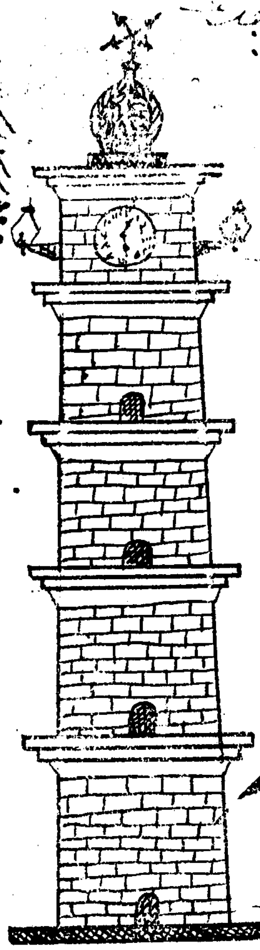
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوی القریۃ



الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۹	مورخہ ۱۰- اگست ۱۹۰۳ء مطابق ۱۶- جمادی الاول ۱۳۲۱ھ روز دوشنبہ	جلد ۷

کلمات طیبات امام الزمان سلمہ الرحمن

سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم نمبر ۲۶ -

دیکھو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی نشان نہیں مانگا یہی وجہ تھی کہ آپ کا نام **صدیق** ہوا- سچائی سے بھرا ہوا امر تو منہ دیکھکر ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹا نہیں ہے۔ پس **صادقوں** کی شناخت اور انکا تسلیم کرنا کچھ مشکل امر تو نہیں ہوتا ان کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں لیکن کور باطن اپنے آپ کو شبہات اور خطرات میں مبتلا کر لیتے ہیں یہی وہ لوگ بڑے ہی بدقسمت ہوتے ہیں جو انتظار میں اپنی عمر گذار دیتے ہیں اور پردہ بر انداز ثبوت چاہتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ جیسا خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے انکشاف کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا

نفع میں وہی لوگ ہوتے ہیں اور سعادتمند وہی ہیں جو مخفی ہونے کی حالت میں شناخت کرتے ہیں۔

دیکھو جب تک لڑائی جاری ہوتی ہے اس وقت تک فوجوں کو تمغے ملتے ہیں اور خطاب ملتے ہیں لیکن جب امن ہو جاوے اسوقت اگر کوئی فوج چڑھائی کرے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ لوٹنے کو آئے ہیں۔

یہ زمانہ بھی روحانی لڑائی کا ہے شیطان کے ساتھ جنگ شروع ہے شیطان اپنے تمام ہتھیاروں اور مکروں کو لیکر اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہو رہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلام کو شکست دے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسوقت شیطان کی آخری جنگ میں اسکو ہمیشہ کے لیے شکست دینے کے لیے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے مبارک وہ جو اسکو شناخت کرتا ہے۔ اب تھوڑا زمانہ ہے ابھی ثواب ملیگا لیکن عنقریب وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی سچائی کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن کر دکھلائے گا وہ وقت ہوگا کہ ایمان ثواب کا موجب نہ ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کا مصداق ہوگا اس وقت میرے قبول کرنیوالے کو بظاہر ایک عظیم الشان جنگ اپنے نفس سے کرنی پڑتی ہے وہ دیکھیگا کہ بعض اوقات اسکو برادری سے الگ ہونا پڑے گا اس کے دنیوی کاروبار میں روک ڈالنے کی کوشش کیجاویگی اسکو گالیاں سننی پڑینگی۔ لعنتیں سنے گا۔ مگر ان ساری باتوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملے گا

لیکن جب دوسرا وقت آیا اور اس زور کے ساتھ دنیا کا رجوع ہوا جیسے ایک بلند ٹیلہ سے پانی نیچے گرتا ہے اور کوئی انکار کرنے والا ہی نظر نہ آیا اُس وقت اقرار کس پایہ کا ہوگا۔ اُسوقت ماننا شجاعت کا کام نہیں ثواب ہمیشہ دُکھ ہی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔

حضرت **ابو بکر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کرکے اگر مکہ کی نمبرداری چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے تو اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک دنیا کی بادشاہی دی۔ پھر حضرت **عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کمبل پہن لیا اور ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم کے مصداق ہو کر آپ کو قبول کیا تو کیا اللہ تعالیٰ نے انکے اجر کا کوئی حصہ باقی رکھ لیا؟ ہرگز نہیں جو خدا تعالیٰ کے لیے ذرا بھی حرکت کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اسکا اجر نہ پالے۔ حرکت شرط ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف معمولی رفتار سے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکی طرف دوڑکر آتا ہے +

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی یقیناً نماز برے کاموں سے روکتی ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ

ایمان یہ ہے کہ کچھ مخفی ہو تو مان لے جو ہلال کو دیکھ لیتا ہے تیز نظر کہلاتا ہے لیکن چودھویں رات کے چاند کو دیکھکر شور مچانے والا دیوانہ کہلائیگا۔

اس موقع پر مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب کابلی نے عرض کی کہ حضور! میں نے ہمیشہ آپ کو سورج ہی کیطرح دیکھا ہے کوئی امر مخفی یا مشکوک مجھے نظر نہیں آیا۔ پھر مجھے کوئی ثواب ہوگا یا نہیں۔

فرمایا

آپ نے اُسوقت دیکھا جب کوئی نہ دیکھ سکتا تھا آپ نے اپنے آپ کو نشانہ ابتلا بنا دیا اور آپ جیسے جنگ کے لیے طیار کر دیا اب بچ جانا خدا کا فضل ہے ایک شخص جو جنگ میں جاتا ہے اُس کی شجاعت میں تو کوئی شبہ نہیں اگر وہ بچ جاتا ہے اور اُسے کوئی گزند نہیں پہونچتا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اسی طرح آپ نے اپنے آپکو خطرات میں ڈالدیا اور ہر ایک دکھ اور ہر مصیبت کو اس راہ میں اُٹھانے کے لیے طیار ہو گئے اسلیے اللہ تعالیٰ آپ کے اجر کو ضائع نہیں کریگا

خان عجب خان صاحب۔ حضور پشاور میں ... مخالف لوگ جمع ہوئے اور اُنھوں نے میرے ... کہا کہ اسکو منع کر دینے انکو میں نے جواب دیا کہ میں نے جس صداقت کو دیکھ لیا ہے اور ... کے فضل سے سمجھ لیا ہے اب اسے سچائی سمجھ کر ... کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ اگر اب چھوڑوں تو مجھ سے بڑھ کر خطاکار اور زیاںکار کون ہوگا کیونکہ مجھپر حجت پوری ہو چکی ہے۔

اسپر انھوں نے اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ کہکر ٹالدیا کہ وہ جادوگر ہے

فرمایا

جادوگر کہلانا قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی سنت چلی آتی ہے۔ ہمکو اگر کسی نے جادوگر کہا تو اسی سنت کو پورا کیا

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ہم تو قرآن شریف پیش کرتے ہیں جس سے جادو بھاگتا ہے + اس کے بالمقابل کوئی باطل اور سحر ٹھہر نہیں سکتا ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں کیا ہے جسکو وہ لیے پھرتے ہیں یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف وہ عظیم الشان حربہ ہے کہ اسکے سامنے کسی باطل کو قائم رہنے کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ کوئی باطل پرست ہمارے سامنے اور ہماری جماعت کے سامنے نہیں ٹھیرتا اور گفتگو سے انکار کر دیتا ہے یہ آسمانی ہتھیار ہے جو کبھی کُند نہیں ہو سکتا ہمارے اندرونی مخالف اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں ورنہ اگر قرآن شریف کی رو سے یہ فیصلہ کرنا چاہتے تو انکو اسقدر مصیبتیں پیش نہ آتیں + ہم خدا تعالیٰ کا پیارا اور یقینی کلام قرآن شریف پیش کرتے ہیں اور وہ اس کے جواب میں قرآن سے استدلال نہیں کرتے۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو مقدم کرو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو قرآن شریف کے خلاف ہو ہم نہیں مان سکتے خواہ وہ کسی کا کلام ہو اللہ تعالیٰ کے کلام پر ہم کسی کی بات کو ترجیح کس طرح دیں ہم **احادیث** کی عزت کرتے ہیں اور راستباز مخالفوں سے بھی بڑھ کر احادیث کو واجب العمل سمجھتے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ حدیث قرآن شریف کے کسی بیان کے متعارض یا منافی نہ ہو اور محدثین کی اپنی وضع کردہ اصولوں کی بنا پر اگر کوئی حدیث موضوع بھی ٹھہرتی ہو لیکن قرآن شریف کے مخالف نہ ہو بلکہ اس سے قرآن کی عظمت کا اظہار ہوتا ہو تب بھی ہم اسکو واجب العمل سمجھتے ہیں اور اس امر کا پاس کریں گے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

لیکن اگر کوئی حدیث ایسی پیش کیجاوے جو قرآن شریف کے مخالف ہو تو ہم کوشش کرینگے کہ اسکی تاویل کر کے اس مخالفت کو دور کریں لیکن اگر وہ مخالفت دور نہیں ہو سکتی تو پھر ہمکو وہ حدیث بہرحال چھوڑنی پڑیگی کیونکہ ہم اسپر قرآن کو ... چھوڑ نہیں سکتے۔

اسپر بھی ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ وہ تمام احادیث جو اس معیار پر صحیح ہیں وہ ہمارے ساتھ ہیں بخاری اور مسلم میرے دعوی کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں جیسے قرآن شریف نے فرمایا کہ مسیح مرگئے اسی طرح بخاری اور مسلم نے تصدیق کی اور انی متوفیک کے معنے انی ممیتک کیے جیسے قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسمٰعیل کو اسی طرح شرف عطا ہوا جیسے بنی اسرائیل کو بزرگی دی ہی ویسے ہی احادیث سے یہ پایا جاتا ہے۔

ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں افسوس ہے انکو رسم اور عادت نے خراب کر دیا ہے۔ ورنہ یہ میرا معاملہ ایسا مشکل اور پیچیدہ نہ تھا جو سمجھ میں نہ آتا + قرآن شریف سے ثابت احادیث سے ثابت دلائل عقلیہ سے ثابت اور پھر تائیدات سماویہ اسکی مصدق اور ضرورت زمانہ اسکی مؤید باوجود اس کے بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ حق پر نہیں۔

غور کر کے دیکھو کہ جب یہ لوگ خلاف قرآن و سنت کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو پادریوں کو نکتہ چینی کا موقع ملتا ہے اور وہ جھٹ پٹ کہہ اُٹھتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر مرگیا اور معاذ اللہ وہ زمینی ہے حضرت عیسیٰ زندہ اور آسمانی ہے اور اسکے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے کہتے ہیں کہ وہ مردہ ہے سوچکر بتاؤ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے ایسا اعتقاد کر کے اُسکی فضیلت اور خاتمیت کو یہ لوگ بٹہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پادریوں سے جسقدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہلایا ہے اسی کی سزا ہے یہ نکبت اور بدبختی ان کے شامل حال ہو رہی ہے ایکطرف تو یہ کہتے ہیں کہ وہ افضل الانبیاء ہے اور دوسری طرف یہ اقرار کرلیتے ہیں کہ ۶۳ سال کے بعد مرگئے اور مسیح اب تک زندہ ہے اور نہیں مرا حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا پھر کیا یہ ارشاد الٰہی غلط ہے؟ نہیں یہ بالکل درست اور صحیح ہے وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہو سکتا + حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی میں نہیں ہے میں اسکو عزیز رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو شخص بیان نہیں کرتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس نبی کی اُمت کہلاتے ہیں اُسی کو معاذ اللہ مردہ کہتے ہیں اور اس نبی کو جس کی اُمت کا خاتمہ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ پر ہوا ہے۔ اسکو زندہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی قوم یہودی تھی اور اُسکی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اب قیامت تک انکو عزت نہ ملیگی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ پھر آ گئے تو پھر گویا انکی کھوئی ہوئی عزت بحال ہو گئی اور قرآن شریف کا یہ حکم باطل ہو گیا جس پہلو اور حیثیت سے دیکھو جو کچھ یہ مانتے ہیں اُن پہلو سے قرآن کریم کا ابطال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہود کے لیے فتویٰ دیتا ہے کہ ان میں نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ ذلیل ہو گئے پھر ان میں زندہ نبی کیسے آ سکتا ہے؟ ایک مسلمان کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب اُسکے سامنے قرآن شریف پیش کیا جاوے تو وہ انکار

کے لیے لب کشائی نہ کرے + مگر یہ قرآن سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جاتا ورنہ کیا یہ کافی نہ تھا کہ قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ اور اس سے بڑھ کر خود حضرت مسیح کا اپنا اقرار موجود ہے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ۔ اور یہ قیامت کا واقعہ ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجکو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسکا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تک میں انمیں زندہ تھا میں نے تو ایسا نہیں کہا اور میں وہی تعلیم دیتا رہا جو تو نے مجھکو دی تھی لیکن جب تو نے مجھے وفات دیدی اسوقت تو ہی انکا نگہبان تھا۔ اب یہ کیسی صاف بات ہے۔

اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا کہ حضرت مسیح کو دنیا میں قیامت سے پہلے آنا تھا تو پھر یہ جواب انکا کسطرح صحیح ہوسکتا ہے؟ انکو تو کہنا چاہیے تھا کہ میں دنیا میں جب دوبارہ گیا تو اسوقت صلیب پرستی کا زور تھا اور میری الوہیت اور ابنیت پر بھی شور مچا ہوا تھا مگر میں نے جا کر صلیبوں کو توڑا اور خنزیروں کو قتل کیا اور تیری توحید کو پھیلایا نہ یہ جواب دیتے کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی اسوقت تو خود نگہبان تھا۔

کیا قیامت کے دن حضرت مسیح جھوٹھ بولیں گے؟ ان عقائد کی شناعت کہانتک بیان کی جاوے جس پہلو اور مقام سے دیکھو قرآن شریف کی مخالفت نظر آوے گی۔

پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دیکھا جاوے حضرت مسیح آسمان پر جا کر کہاں بیٹھے ہیں؟ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہاں جا کر یحییٰ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہیں اور یحییٰ علیہ السلام بالاتفاق وفات یافتہ ہیں۔ پھر مردوں میں زندہ کا کیا کام ہے؟

غرض کہانتک بیان کروں ایک غلطی ہو تو آدمی بیان کرے یہاں تو غلطیاں ہی غلطیاں بھری پڑی ہیں باوجود ان غلطیوں کے تعصب اور ضد بڑھی ہوئی ہے اور اس ضد کے سبب سچ کے قبول کرنے میں عذر کر رہے ہیں ہاں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہوا ہے اور اسکے حصہ میں سعادت ہے وہ سمجھ رہا ہے اور اسطرف آتا جاتا ہے

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلیے نیکی چاہتا ہے اُسکے دلمیں واعظ پیدا کر دیتا ہے جبتک دل میں واعظ نہ ہو کچھ نہیں ہوتا اگر خدا کے قول کے خلاف کوئی قول ہو تو خدا کو اس خلاف قول کے ماننے میں کیا جواب دیگا احادیث کے متعلق خود تسلیم کر چکے ہیں خصوصاً مولوی محمد حسین اپنے رسالہ میں شائع کر چکا ہے کہ اہل کشف احادیث کی صحت بذریعہ کشف کر لیتے ہیں اور اگر کوئی حدیث محدثین کے اصولوں کے موافق صحیح بھی ہو تو اہل کشف موضوع قرار دے سکتے ہیں اور موضوع کو صحیح ٹھہرا سکتے ہیں۔

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم نمبر ۲۶ صفحہ ۴۔

اب انصاف سے دیکھو کہ اس آیت میں کہاں معجزات کا انکار پایا جاتا ہے یہ آیتیں تو باواز بلند پکار رہی ہیں کہ کفار نے ہلاکت اور عذاب کا نشان مانگا تھا سو اول انھیں کہا گیا کہ دیکھو تم میں زندگی بخش نشان موجود ہے یعنی قرآن جو تمپر وارد ہو کر تمھیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ کی حیات بخشتا ہے مگر جب عذاب کا نشان تمپر وارد ہوا تو وہ تمھیں ہلاک کرے گا پس کیوں ناحق اپنا مرنا ہی چاہتے ہو اور اگر تم عذاب ہی مانگتے ہو تو یاد رکھو کہ وہ بھی جلد آئیگا پس اللہ جل شانہ نے ان آیات میں عذاب کے نشان کا وعدہ دیا اور قرآن شریف میں جو رحمت کے نشان ہیں اور دلوں پر وارد ہوکر اپنا خارق عادت اثر انپر ظاہر کرتے ہیں انکی طرف توجہ دلائی پر معترض کا یہ گمان کہ اس آیۃ میں لا نافیہ جنس معجزات کی نفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کل معجزات کی نفی لازم آتی ہے محض صرف ونحو سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے یاد رکھنا چاہیے کہ نفی کا اثر اسی حد تک محدود ہوتا ہے جو متکلم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے خواہ وہ ارادہ تصریحاً بیان کیا گیا ہو یا اشارۃً مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام و نشان باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اُس نے اپنے بلدہ کی حالت موجودہ کے موافق کہا ہے اور گو اُس نے بظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اُسکے کلام سے یہ سمجھنا کہ اسکا یہ دعویٰ ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی اور سب جگہ سخت اور تیز دھوپ پڑنے لگی اور اسکی دلیل یہ پیش کرنا کہ جس لا کو اُس نے استعمال کیا ہے وہ نفی جنس کا لا ہے جس کا تمام جہان پر اثر پڑنا چاہیے درست نہیں۔ مکہ کے مغلوب بت پرست جنہوں نے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آنجناب کے معجزات کو معجزہ کر کے مان لیا اور جو کفر کے زمانہ میں بھی صرف خشک منکر نہیں تھے بلکہ روم اور ایران میں بھی جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منجمانہ خیال سے ساحر مشہور کرتے تھے اور گو بیجا پیرایوں میں ہی سہی مگر نشانوں کا اقرار کر لیا کرتے تھے جن کے اقرار قرآن شریف میں موجود ہیں وہ اپنے ضعیف اور کمزور کلام میں جو انوار ساطعہ نبوۃ محمدیہ کے نیچے دبے ہوئے تھے کیونکر لا نافیہ استعمال کرنے لگے اگر ان کو ایسا ہی لمبا چوڑا انکار ہوتا تو وہ بالآخر نہایت درجہ کے یقین سے جو انھوں نے اپنے خونوں کے بہانے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے سے ثابت کر دیا تھا مشرف بالاسلام کیوں ہو جاتے اور کفر کے ایام میں جو اُن کے بارہ میں کلمات قرآن شریف میں درج ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ اپنی کوتہ بینی کے دھوکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ساحر رکھتے تھے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یعنی جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے پھر دوسری جگہ فرماتا ہے وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یعنی انھوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ انھیں میں سے ایک شخص انکی طرف بھیجا گیا اور بے ایمانوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر کذاب ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ وہ نشانوں کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے تھے اور پھر اسکے بعد انھیں نشانوں کو معجزہ کر کے مان بھی لیا اور جزیرہ کا جزیرہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک معجزات کا ہمیشہ کے لیے سچے گواہ بنگیا تو پھر ایسے لوگوں سے کیونکر ممکن ہے کہ وہ عام طور پر نشانوں سے صاف منکر ہو جاتے اور انکار معجزات میں ایسا لا نافیہ استعمال کرتے جو اُن کی حد حوصلہ سے باہر اور انکی مسلّم رائے سے بعید تھا بلکہ قرائن سے آفتاب کی طرح ظاہر ہے کہ جس جس جگہ پر قرآن شریف میں کفار کیطرف سے یہ اعتراض لکھا گیا ہے کہ کیوں اس پیغمبر پر کوئی نشانی نہیں اتری ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ جو

یہ نکلا ہے ایسا پانی اتارا جس سے لگی سڑی ہوئی زمین سرسبز ہوگئی۔ اس سے خدا کے خوف سے بندوں کی جلدیں کانپتی ہیں پھر اُن کی جلدیں اور اُن کے دل ذکر الٰہی کے لیے نرم ہو جاتے ہیں یاد رکھو کہ قرآن سے دل اطمینان پکڑتے ہیں جو لوگ قرآن کے تابع ہو جائیں اُن کے دلوں میں ایمان لکھا جاتا ہے اور روح القدس انھیں ملتا ہے روح القدس نے ہی قرآن کو اُتارا تا قرآن ایمانداروں کے دلوں کو مضبوط کرے اور مسلمین کے لیے ہدایت اور بشارت کا نشان ہو ہمنے قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں یعنی کیا صورۃ کے لحاظ سے اور کیا خاصیت کے لحاظ سے ہمیشہ قرآن اپنی اصلی حالت پر رہے گا اور الٰہی

نشانیاں ہم مانگتے ہیں اُنمیں سے کوئی نشانی کبھی نہیں اُتری ✻ اب خلاصہ کلام یہ کہ آپ نے آیت متذکرہ بالا کے لا نافیہ کو قرآن کی حد سے زیادہ کھینچ دیا ہے۔ ایسا لا نافیہ عربوں کے کبھی خواب میں بھی نہیں آیا ہوگا اُن کے دل تو اسلام کی حقیقت سے مجبور ہو رہے تھے تب ہی تو سب کے سب بجز معدودے چند (کہ جو اُس عذاب کو پہنچ گئے تھے جس کا اُن کو وعدہ دیا گیا تھا) بالآخر مشرف باسلام ہو گئے تھے اور یاد رہے کہ لا نافیہ حضرت مسیح کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ فریسیوں نے مسیح کے نشانات طلب کیے تو اُس نے آہ کھینچکر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہیں جائے گا دیکھو مرقس ۸ باب ۱۱۔

اب دیکھو کیسا حضرت مسیح نے صفائی سے انکار کر دیا ہے اگر غور فرمائیں تو آپ کا اعتراض اس اعتراض کے آگے کچھ بھی چیز نہیں کیونکہ آپ نے وقفہ کفار کا انکار نہیں کیا اور وہ بھی نہ عام بلکہ خاص نشانات کے بارہ میں اور ظاہر ہے کہ دشمن کا انکار کلی قابل اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ دشمن خلاف واقعہ بھی کہہ جاتا ہے مگر حضرت مسیح تو آپ اپنے منہ سے معجزات دکھلانے سے انکار کر رہے ہیں اور نفی صدور معجزات کو زمانہ کے ساتھ متعلق کر دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا پس اس سے بڑھ کر انکار معجزات کے بارے میں اور کونسا بیان واضح ہو سکتا ہے اور اس لا نافیہ سے بڑھ کر اور کونسا لا نافیہ ہوگا۔

پھر دوسری آیت کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جس میں بھی سیاق سباق کی آیتوں سے بالکل الگ کر کے اُسپر اعتراض وارد کر دیا ہے مگر اصل آیت اور اُس کے متعلقات پر نظر ڈالنے سے ہر ایک منصف بصیر سمجھ سکتا ہے کہ آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جو انکار معجزات پر دلالت کرتا ہو بلکہ تمام الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ ضرور معجزات ظہور میں آئے چنانچہ وہ آیت معہ اُسکے دیگر آیات متعلقہ کے یہ ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ فرماتا ہے عز و جل کہ یوں قیامت سے پہلے ہر ایک بستی کو ہم نے ہی ہلاک کرنا ہے یا عذاب شدید نازل کرنا ہے یہی کتاب میں مندرج ہو چکا ہے مگر اُس وقت ہم بعض اُن گزشتہ قہری نشانوں کو (جو عذاب کی صورت میں پہلی اُمتوں پر نازل ہو چکے ہیں) اس لیے نہیں بھیجتے جو پہلی اُمت کے لوگ اسکی تکذیب کر چکے ہیں چنانچہ ہم نے ثمود کو بطور نشان کے جو مقدمہ عذاب کا تھا ناقہ دیا جو حق کا نشان تھا (جسپر اُنھوں نے ظلم کیا یعنی وہ ناقہ جکی بسیار خوری اور بسیار نوشی کی وجہ سے شہر حجر کے باشندوں کے لیے جو قوم ثمود میں تھے۔ پانی تالاب وغیرہ کا پینے کے لیے نہ باقی رہتا تھا اور نہ اُن کے مویشی کے لیے کوئی چراگاہ رہتی تھی اور ایک سخت تکلیف اور رنج اور بلا میں گرفتار ہو گئی تھی) اور قہری نشانوں کے نازل کرنے سے ہماری غرض یہی ہوتی ہے کہ لوگ اُن سے ڈریں ✦ باقی آئندہ

✻ واضح ہو کہ قرآن شریف میں نشان مانگنے کے سوالات کفار کی طرف سے ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی مقامات میں یہی سوال کیا گیا ہے اور ان سب مقامات کو بنظر یکجائی دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے نشانات مانگا کرتے تھے۔

(۱) وہ نشان جو عذاب کی صورت میں فقط اپنے اقتراح سے کفار مکہ نے طلب کیے تھے

(۲) دوسرے وہ نشان جو عذاب کی صورت میں یا مقدمہ عذاب کی صورت میں پہلی اُمتوں پر وارد کیے گئے تھے۔

(۳) تیسرے وہ نشان جس سے پردۂ غیبی کلی اُٹھ جائے جسکا اُٹھ جانا ایمان بالغیب کے بکلی برخلاف ہے سو عذاب کے نشان ظاہر ہونے کے لیے جو سوال کیے گئے ہیں انکا جواب تو قرآن شریف میں بھی دیا گیا ہے کہ تم منتظر رہو عذاب نازل ہوگا ہاں ایسی صورت کا عذاب نازل کرنے سے انکار کیا گیا ہے جسکی پہلی تکذیب ہو چکی ہے تاہم عذاب نازل ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے جو آخر غزوات کے ذریعہ سے پورا ہو گیا لیکن تیسری قسم کا نشان دکھلانے سے بکلی انکار کیا گیا ہے اور خود ظاہر ہے کہ ایسے سوال کا جواب انکار ہی تھا نہ اور کچھ کیونکہ کفار کہتے تھے کہ ہم تب ایمان لائینگے کہ جب ہم ایسا نشان دیکھیں کہ زمین سے آسمان تک سیڑھی رکھی جائے اور تمہارے دیکھتے دیکھتے اُس نردبان کے ذریعہ سے زمین سے آسمان پر چڑھ جائے اور فقط تیرا آسمان پر چڑھنا ہم ہرگز قبول نہیں کرینگے جبتک آسمان سے ایک کتاب نہ لاوے جسکو ہم پڑھ لیں اور پڑھیں بھی اپنے ہاتھ میں لیکر یا تو ایسا کر کہ مکہ کی زمین میں جو ہمیشہ پانی کی تکلیف رہتی ہے شام اور عراق کے ملک کی طرح نہریں جاری ہو جائیں اور جسقدر ابتداء دنیا سے آجتک ہمارے بزرگ مر چکے ہیں سب زندہ ہو کر آجائیں اور اُن میں قصیٔ بن کلاب بھی ہو کیونکہ وہ بڈھا ہمیشہ سچ بولتا تھا اُس سے ہم پوچھیں گے کہ تیرا دعویٰ حق ہے یا باطل یہ سخت سخت خود تراشیدہ نشان تھے جو وہ مانگتے تھے اور پھر بھی نہ صاف طور پر بلکہ شرط بر شرط لگانے سے جنکا ذکر جابجا قرآن شریف میں آیا ہے پس سوچنے والے کے لیے عرب کے شریروں کی ایسی درخواستیں ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہرہ و آیات بینہ و سولانہ ہیئت پر صاف اور کھلی کھلی دلیل ہے خدا جانے ان دل کے اندھوں کو ہمارے مولیٰ و آقا محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار صداقت نے کسقدر جنگ عاجز و تنگ کر رکھا تھا اور کیا کچھ آسمانی تائیدات و برکات کی بارشیں ہو رہی تھیں کہ جنسے خیرہ ہو کر اور جنکی ہیبت سے منہ پھیر کر سراسر ٹالنے اور بھاگنے کی غرض سے ایسی دور از صواب درخواستیں پیش کرتے تھے ظاہر ہے کہ اس قسم کے معجزات کا دکھلانا ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہے یوں تو اللہ جل شانہ قادر ہے کہ زمین سے آسمان تک زینہ رکھدیوے جسکو سب لوگ دیکھ لیویں اور دو چار ہزار کیا دو چار کروڑ آدمیوں کو زندہ کر کے اُن کے منہ سے اُن کی اولاد کے سامنے صدق نبوت کی گواہی دلا دیوے یہ سب کچھ وہ کر سکتا ہے مگر ذرا سوچکر دیکھو کہ اس انکشاف تام سے ایمان بالغیب جو مدار ثواب اور اجر ہے دور ہو جاتا ہے اور دنیا نمونہ محشر ہو جاتی ہے پس جسطرح قیامت کے میدان میں جو انکشاف تام کا وقت ہوگا ایمان کام نہیں آتا اسی طرح اس انکشاف تام سے بھی ایمان لانا کچھ مفید نہیں بلکہ ایمان اسی حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ جب کچھ خفا بھی باقی ہے جب سارے پردے کھل گئے تو پھر ایمان ایمان نہیں رہتا اسی وجہ سے سارے نبی ایمان بالغیب کی رعایت سے معجزے دکھلاتے رہے ہیں کبھی کسی نبی نے ایسا نہیں کیا کہ ایک شہر کا شہر زندہ کر کے اُن سے اپنی نبوت کی گواہی دلا دے یا آسمان تک نردبان رکھکر اور سب کے روبرو چڑھ کر تمام دنیا کو تماشا دکھلاوے منہ

عیسویت کا بطلان اُسکے اپنے ماننے والوں کے ہاتھ

ایک پادری کا وعظ

کسرِ صلیب

یہ ترجمہ ہمارے مکرم دوست منشی عبدالحکیم صاحب ہوشیارپوری نے کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا

ایڈیٹر

چودھویں صدی کے پرفتن زمانہ میں جبکہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا ہیبت ناک نظارہ ہر جگہ ہر وقت مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ اور کفر اور شرک اور بدکاری کی گھٹا ٹوپ آندھیاں بڑے زور سے چل رہی ہیں مامورِ الٰہی (ایّدہ اللہ بنصرہٖ) کا عظیم الشان کام کسرِ صلیب ٹھیرایا گیا ہے۔ گویا سب سے زیادہ ظلمت اور تاریکی کا گڑھا صلیب پرستی ہے جہاں ایک عالم ٹھوکریں کھا کھا کر گر رہا ہے۔ اس مقصدِ عظیم کو پورا کرنے کے لیے ایک طرف تو آسمانی پہلوان نے (خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اسکے شاملِ حال رہیں) اپنے آسمانی تیز اور کاری حربے چلائے ہیں اور یسوع ناصری کی موت ثابت کر کے عیسویت کی رگِ جان کاٹ دی ہے اور دوسری طرف اسکے انفاسِ طیبہ کے اثر سے خود صلیب کے پرستاروں میں ایسے اسباب و مواد پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ اس گندی تعلیم یعنی صلیب پرستی اور عیسائی مذہب سے بیزار ہوتے جاتے ہیں اور یہ تنفر صرف اسی صدی کا خاصہ ہے۔ اللہ اللہ یہ کامیابی اور تائید ایزدی!!! ایک طرف اللہ جل شانہ نے اس جَرِيُّ اللّٰهِ فِي حُلَلِ الْأَنْبِيَاءِ کو ایسے تیز اور کبھی کُند نہ ہونے والے اور باطل کُش ہتھیار دیے ہیں کہ بڑی آسانی سے دجال کا مقابلہ ہو سکے اور دوسری طرف مامورِ الٰہی کے وقتِ نزولِ ملائکہ کو لا سعی سمجھانے کے لیے خود انہیں ایسے اسباب پیدا کر دیے ہیں کہ وہ اسلام کے نزدیک ہو رہے ہیں چنانچہ یورپ جو عیسویت کا سرچشمہ ہے اب پکار اُٹھا ہے کہ مسیح پرستی سے بڑھ کر اور کوئی گمراہی نہیں اور یسوع میں خدائی کی کوئی علامت نہیں بلکہ وہ ایک عاجز انسان ہے اور عیسائی مذہب تمام برکتوں سے تہیدست ہے۔ قادیان میں بیٹھکر ایسی خبریں سُننا اور یہ دلخوش کن نظارہ دیکھنا بخدا ایک مومن کی دلچسپی اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہے۔ اس تمہید کو مختصر کر کے اپنی کلام کی تائید میں ایک عیسائی پادری کے بڑے دن کے وعظ کا ترجمہ پیش خدمت کرتا ہوں اُمید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔ خصوصاً ہندوستان کے عیسائی دنیا کے لیے۔

(پیدائش مسیح پر لیکچر)

میرا مضمون انجیل متی کے پہلے باب کی اٹھارہویں آیت ہے جہاں لکھا ہے کہ "اب یسوع کی پیدائش یوں ہوئی"، گذشتہ ہفتہ میں نے جیمس رسل لوئل صاحب کے چند اقوال پیش کیے تھے انہی سے آج اپنے لیکچر کی ابتدا کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ملک کی روحانی خرابی مذہب کو بغیر سچے یقین کے ماننے کے اور ان دلائل کے نہ سمجھنے کے باعث ہے کہ جن پر مذہب کی بنیاد ہے" اور ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ "جب انسان میں مذہب کی اندرونی خوبصورتی و خوبی دریافت کرنے کے لیے روحانیت نہیں ہوتی تو وہ اسکی بیرونی حالت کو ملمع کر کے ہر طرح طرح کی آرائشوں سے سجا کر دکھاتا ہے" اگر میں حالاتِ زمانہ سے ناواقف نہیں تو میں یہ کہنے کو طیار ہوں کہ لوئل صاحب کے یہ فقرات ہمارے زمانہ کا خاصہ اور اسکی حالت کا آئینہ ہیں مذہبی معاملات پر غور اور دینی امور میں احتیاط تو بجائے خود رہے ہم خیال تک کرنیکی برداشت نہیں کرتے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ کسی شے کی فرضی خوبیاں تصور کر کے اپنی عجائب پسندی کی قوت کو تحریک دیکر اسکے شیفتہ ہو جاتے ہیں اور ذوق و وجدان تک نوبت پہنچا دیتے ہیں مگر اُسکی تہ تک پہنچنے اور اصلیت دریافت کرنے کے لیے غور کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج آپ ایک ایسے معاملہ پر جو ہمارے مذہب کی بُنیاد ہے تھوڑا سا غور کریں اور یہ بات صرف خیالی طور سے ہی ضروری نہیں بلکہ ضروری العمل بھی ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی شخص غور کرنے کی رغبت دل میں نہیں پاتا یا اس معاملہ میں میرا ہمدرد و ہم نوا نہیں تو میں اس سے ایک اور بات کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ جبتک میں اپنا مضمون تمام نہ کر لوں اور جبتک اسکے قابلِ عمل ماحصل کو بیان نہ کر لوں مجھپر کوئی فتویٰ نہ دے اور کوئی رائے قائم نہ کرے

دنیا میں یسوع کی آمد کیونکر ہوئی؟ جب میں اپنا مضمون بیان کر چکونگا تو آپکو معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ کسقدر قابلِ غور ہے اور اسکا تعلق صرف یسوع کی ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ ہمارے ان خیالات پر کہ جو ہم خدا کی نسبت اور اُسکے کائنات کے انتظام پر اور انسان کی فطرت اور خلقِ خدا کی قسمت پر رکھتے ہیں اس کا اثر ہے اور ان سب کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اسلیے کہ ہم درحقیقت اس عالم میں ایک ہی قسم کی مخلوق جو بلا باپ یا کنواری سے پیدا ہو مگر میں آپ سے اس امر کو پیشِ نظر رکھنے کی درخواست کرتا ہوں کہ یہ سوال ہمارے ایمانیات اور محبتِ الٰہی کا جزو نہیں اور نہ ہی یہ سوال بائبل کے انکار و تسلیم کے متعلق ہے اس سوال کا تعلق یسوع کی محبت اور اسکا اپنا مذہبی پیشوا ماننے سے ہے اور نہ یہ سوال عملی پاکیزگی اور رحم کے متعلق ہے بلکہ میرا تو یہ ایمان ہے کہ راستی ہی نہایت گہرے اور بلند تقویٰ کی طرف انسان کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

میں ایک دفعہ پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ امر کہ یسوع کی پیدائش کسطرح ہوئی کوئی مذہبی سوال نہیں اور نہ ہی فی الحقیقت ایسے سوالات کا مذہب سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے بلکہ یہ صاف اور سادہ طور سے ایک تاریخی سوال ہے۔ اور اس کا ثبوت محض شہادتوں پر مبنی ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہونچتا کہ ان معاملات کا اپنے ہی محسوسات اور خواہشوں سے انکو غلط مذہبی نام سے موسوم کر کے فیصلہ کریں۔

میں آپ سے التجا کرتا ہوں جو کچھ اس معاملہ کی نسبت عہدنامہ جدید میں لکھا گیا ہے آپ اسپر غور فرماویں اور پھر پہلی تین صدیوں کے کلیسیائی بزرگوں کی مختصر عام شہادتوں پر نگاہ ڈالیں تو پھر میں بڑے زور سے ثابت کر دونگا کہ میرے نزدیک مذہب کے یقینی قابلِ عمل کونسے امور ہیں اور یہی آخری بات ہے جو میں بیان کرنی چاہتا ہوں

ذرا عہدنامہ جدید پر غور کیجیے اور دیکھیے کہ یسوع کی پیدائش کی بابت کیا کہتا ہے ایک نہایت ہی بصیرت کا راہ یہ ہو گا کہ ہم کتب عہدنامہ جدید کو اسی ترتیب سے پڑھیں جس ترتیب سے کہ وہ مرتب ہوئی ہیں اور جس ترتیب سے کہ موجودہ اناجیل شائع کی گئی ہیں وہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے بالکل ساقط الاعتبار ہے نئے عہدنامہ میں سب سے پہلی کتابیں پولوس کے خط ہیں اور پولوس قریباً ۶۴ء میں نیرو کے مظالم کے وقت میں ہی شہر روم میں قتل ہوا تھا۔ اب اس تاریخ کو ذہن میں رکھیں۔

چونکہ مسیح موجودہ سن کے اجرا سے چار برس پہلے پیدا ہوا تھا اور وہ قریباً سنہ ۳۰ میں مر گیا اس سے ثابت ہوا کہ پولوس یسوع سے قریباً ۳۶ سال بعد مرا۔ ہاں تو کیا کبھی آپ نے یہ خیال نہیں کیا۔ اس کے خطوط میں اس امر کی بابت کہیں اشارہ تک بھی تو نہیں پایا جاتا اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکو اسمات کا علم تھا اور یہ بھی بالکل ناممکن ہے کہ یہ کہانی یسوع کی صلیب اور پولوس کی موت کے درمیانی ۳۶ سالہ زمانہ میں عام طور سے مروج ہو اناجیل موجودہ میں سے سب سے پہلے مرقس کی انجیل ہے جو سنہ ۷۰ میں لکھی گئی۔ کیا آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ مرقس نے کنواری سے بچہ پیدا ہونے کا ذکر تک نہیں کیا ؟؟؟ اس نے تو یہ بات ظاہر طور سے سنی بھی نہ ہوگی۔ اور اسبات کا اظہار بھی کچھ کم تعجب خیز نہیں کہ انجیل یوحنا میں بھی اس امر کا حوالہ نہیں دیا گیا اور یہی وہ انجیل ہے جسکو عام طور سے یسوع کی سکھانے والی اور اسکی بعثت کی غرض اور اسکے مراتب و حالات پر مشتمل تسلیم کیا گیا ہے۔ یوحنا کی انجیل کے مصنف کو تو کوئی جانتا ہی نہیں۔ یہ انجیل قریباً دوسری صدی کے وسط میں لکھی گئی۔ اور اسکے مصنف نے کیا تو بے باپ کے پیدائش کی کہانی کو اب اس ملک میں جہاں وہ رہتا تھا سنا ہی نہیں یا اسکو غیر ضروری سمجھکر اس کا کچھ ذکر کرنا نہیں چاہتا۔

اب ہم ان دونوں اناجیل کی طرف توجہ کرتے ہیں جنہوں نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے وہ متی اور لوقا کی اناجیل ہیں۔ وہ کب تصنیف ہوئیں ؟؟ انکی تصنیف کا زمانہ پہلی صدی کے اختتام کے قریب کا زمانہ ہے۔ لیکن کیا آپ نے کبھی خیال کیا (افسوس کہ لوگ عموماً بڑی بے احتیاطی سے ان کتابوں کو پڑھتے ہیں) کہ متی اور لوقا کی کہانیاں بالکل مختلف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ اور ان کی تطبیق ایک خیال موہوم ہے۔ میں انکا اقتباس آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ غور سے دیکھیں۔

انجیل متی سے مریم اور یوسف کا وطن بیت لحم ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر ایک مشرقی مجوسی دانا کی کہانی ہے جو ایک ستارہ کی رہنمائی سے یسوع کی پیدائش کی جگہ پہونچا کیونکہ وہاں ستارہ ٹھہر گیا اور متی نے لکھا ہے کہ یسوع کی پیدائش کی جگہ یوسف اور مریم کا اپنا گھر ہے۔ اور اس نے اصطبل یا کھرلی اور سرائے کے مالک کا کچھ ذکر تک نہیں کیا۔ پھر ہیرودیس اور تمام اہل یروشلم کا اسکی پیدائش کی خبر سنکر چونک پڑنے اور مصر کو بھاگ جانے اور معصوم بچوں کے قتل کیے جانے کی کہانی ہے

لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ ہیرودیس اسی سال میں مر گیا تھا جس میں کہ یسوع پیدا ہوا اور اسقدر بیکس اور معصوم بچوں کے قتل کے کہانی والی آیت بالکل بے بنیاد ہے۔ مانا کہ ہیرودیس ایک ظالم اور بد اخلاق تھا مگر خواہ مخواہ بلا ثبوت ایک ایسا سخت جرم اسکی طرف کیوں منسوب کیا جاوے ؟ جسکا وہ مرتکب نہیں پھر لکھا ہے کہ یوسف اور مریم بچہ کو لیکر (یعنی یسوع کو) ہیرودیس کی وفات کے بعد مصر سے لوٹے اور چونکہ وہ بیت لحم میں جانے سے ڈرتے تھے اسلیے انھوں نے شمال کیطرف ناصرت میں رہایش اختیار کرلی۔ یہاں تک تو متی کی کہانی ہے۔ اب میں آپکو دکھلاتا ہوں کہ لوقا میں کیا لکھا ہے۔ انجیل لوقا سے یوسف کا اصلی وطن ناصرت معلوم ہوتا ہے نہ کہ بیت لحم جیسا کہ متی میں لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ بادشاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ تمام ملک کی مردم شماری کی جاوے اور کہانی کے مفہوم کے مطابق اس کا یہ مطلب ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے زاد بوم میں جاویں تاکہ وہاں انکا شمار کیا جاوے۔ لیکن کہانی کا تاریخی ثبوت کچھ بھی نہیں۔ رومی سلطنت کے قوانین کے مطابق ایسی مردم شماری کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور خیال تو فرمائیے کہ اس سے فائدہ ہی کیا تھا کہ مردم شماری کی خاطر فلسطین کے تمام لوگ اپنی اپنی جائے پیدائش کو جاویں خواہ وہ کہیں رہتے ہوں اور کہیں پیدا ہوئے ہوں۔ ؟؟؟

پھر لکھا ہے کہ مریم نے یسوع کی پیدائش سے ایک قلیل عرصہ پہلے ایک پر صعوبت اور دور و دراز پہاڑی سفر کیا اور ۸۰ میل تک خچر پر سوار ہوکر بیت لحم تک گئی۔ وہاں پہنچکر دیکھا کہ سرائے میں ان کے لیے کوئی کمرہ خالی نہیں اور اسکے بچہ (یسوع) کھرلی میں پیدا ہوا۔!!! پھر فرشتوں اور گڈریے کے کہانی ہے۔ اور بچہ کو (یسوع) یروشلم لے جانے اور ہیکل پر چڑھانے کا ذکر ہے۔ لیکن اسمیں ہیرودیس کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور نہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف و مریم ہیرودیس سے ڈر گئے تھے۔ ہاں یہ لکھا ہے کہ بچہ ہونے کے بعد اپنے اصلی وطن یعنی ناصرت کو چلے گئے۔

بس ایسی قصہ کہانیاں متی اور لوقا کی اناجیل میں پائی جاتی ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لیے کہ یہ میرے اکیلے ہی کے راے نہیں میں پادری ڈاکٹر فریمنٹل Rev. Dr. Freemantle صاحب جو کلیسیا انگلستان کے معزز رکن اور قابل شخص ہیں آپ کو قول سناتا ہوں۔ ابھی ایک دو ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ انھوں نے چرچ کانگریس (کلیسیائی سالانہ جلسہ) کے ایک جلسہ میں حاضرین جلسہ کو یہ کہکر حیران کر دیا کہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ متی اور لوقا کے ابتدائی الفاظ کے سوا انکے باقی بیانات کو بھی صحیح تسلیم کیا جاوے اور نہ ہی مسیح کی پیدائش کی کہانی نئے عہدنامہ کی تعلیم ہے۔

اب آپ نسب ناموں کی طرف توجہ کریں۔ کیا کبھی کسی نے لوقا اور متی کی اناجیل میں انکو پڑھا ہے ؟ آپ انکو کسی وقت مخلی بالطبع ہوکر پڑھیں اور دیکھیں کہ دونوں نے یوسف ہی کا نسب نامہ بیان کیا ہے۔ اور مریم کا نسب نامہ مطلقاً کسی نے نہیں دیا اور جبتک یوسف کو یسوع کا باپ نہ مانا جاے ان نسب ناموں کا یسوع سے یوحنا اور پطرس کی نسبت زیادہ تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ یہ نسب نامہ بظاہر اسلیے لکھے گئے تھے کہ لوگ ابتک یوسف کو یسوع کا باپ تسلیم کرتے ہیں اور اسی لیے وہ اناجیل مروجہ میں شامل کیے گئے اور مذہبی طور سے ایسے مقدس خیال کیے گئے ہیں کہ مصنفان انجیل نے انکو ترک کرنا گوارا نہیں کیا اور نہ ہی انکے کسی اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

تمام اناجیل کو پڑھ کر چند ایک ایسی شہادتیں پائی جاتی ہیں جن سے بے ساختگی اور بے خبری ٹپکتی ہے اور محض اسوجہ سے کہ مصنفان انجیل نے انکو سادہ لوحی اور بیخبری سے پہلے لکھا ہے وہ زیادہ مضبوط اور قابل اعتبار ہیں۔ انہیں سے ایک وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جان John فلپ Philip اور نینتھیل Nanthanael کے اقوال کے مطابق اناجیل کے ابتدائی حصص مسیح کی نسبت تذکرات ہیں انہیں سے ایکدو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں فلپ نینتھیل .... سے کہتا ہے کہ "ہم نے اس مسیح موعود کو پا لیا ہے جسکی موسی اور دوسرے نبیوں نے خبر دی ہے" اس کے جواب میں نینتھیل کہتا ہے کہ "کیا ناصرت سے کوئی عمدہ بات نکل سکتی ہے ؟" اب فلپ کا جواب سنیے اگر اسکو یہ معلوم ہوتا کہ یسوع بیت لحم میں پیدا ہوا ہے تو وہ یقیناً یہی جواب دیتا اور یہی جواب ہو سکتا ہے کہ "وہ ناصرت میں پیدا نہیں ہوا وہ بیت لحم میں پیدا ہوا ہے"۔ لیکن وہ جواب دیتا ہے کہ "آؤ اور دیکھو"

اناجیل میں ایک اور شہادت ہے جو بیخبری سے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع کے بھائی اس پر ایمان نہیں لائے۔ کیا آپ کے نزدیک یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر مریم اور یوسف کا ایسا ایمان تھا اور ... نے ناصرت میں تیس سال تک یسوع کے ساتھ ... پائی اور اکٹھے رہے۔ اور یہ تعجب خیز بات ہے کہ یسوع ...

مساکین طلباء

اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنتہ کچھ ایسی ہی واقع ہوئی ہے کہ وہ غربا سے پیار کرنے اور ضعفا کو بلند درجات عطا کرنے میں اپنی قدرت اور حکمت کے کرشمے دنیا کو دکھایا کرتا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو جب فرعون اور اُسکی قوم نے ایسا ذلیل کر دیا کہ اینٹیں بنانے کا کام ان سے لینے لگے اور اُن کی قوت کو گھٹانے کے لیے اُن کے لڑکوں کو قتل کر دیتے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم ائمة و نجعلہم الوارثین و نمکن لہم فی الارض یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ ہم اُن لوگوں پر احسان کریں جو اُس ملک میں کمزور اور غریب کر دیے گئے تھے انکو لیڈر بنائیں اور انکو روحانی اور جسمانی سلطنتوں کا وارث بنائیں اور انکی قوت کو زمین میں جما دیں یہ تو پہلا سلسلہ موسوی کا ذکر ہے جو چودہ سو سال کا عرصہ گذرا ہے اور بالآخر عیسیٰ ناصری پر ختم ہوا تم اس اُمت کے سردار کو دیکھو جسکو قیامت تک رہنا ہے کہ جب اللہ حکیم خبیر نے چاہا کہ انسانی کمال کے انتہائی نقطہ کو پیدا کرے جب اُس رحمن رب کے رحم نے جوش مارا کہ اپنی مخلوق کو اپنا پاک کلام سنا دے جب ابراہیمی دعاؤں کے پورا ہونیکا وقت آگیا جب زمین آسمان میں شور برپا ہوا کہ سرور انبیا اور خاتم النبین کے پیدا ہونے کا زمانہ ہے تو اُس رحمۃ للعالمین کو کہاں سے منتخب کیا گیا۔ اس کے جواب میں خدا ہی کا کلام سنو الم یجدک یتیما فاوٰی و وجدک ضالا فہدیٰ و وجدک عائلا فاغنیٰ۔ اس امر کو دیکھ کہ تو یتیم تھا اور ہم نے تجھے اپنی پرورش اور حفاظت میں لیلیا اور تو ہدایت اور راستی کے لیے حیران اور سرگردان تھا پس ہم نے تجھے ہدایت یافتہ بنا دیا تو بے سروسامان تھا پس ہم نے تجھے اپنے فضل کے ساتھ غنی کر دیا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

ایسے امور کو مدنظر رکھکر ہمارے مدرسہ تعلیم الاسلام کے سرپرست اور ناظمان نے ہمیشہ ایک فنڈ یتامی و مساکین اپنے مدرسہ میں قائم اور جاری رکھا ہے۔ اگرچہ کچھ مدت تک وہ فنڈ بالکل ایک علیحدہ رہا ہے تاہم اُس فنڈ کے نام کافی رقم ہمیشہ نہ آنیکی وجہ سے منتظم کمیٹی جنرل فنڈ میں سے بھی اور مساکین کو وظائف اور خوراک اور کتب وغیرہ سے مدد دیتی رہی ہے یہ سلسلہ اب تک بدستور جاری ہے چنانچہ اس سال قریبًا دو سو روپیہ کی کتب اس مدرسہ کے مساکین طلبا کو دی گئی ہیں اور قریبًا ساڑھے چار سو روپیہ غریب طلبا کو خرچ خوراک وغیرہ کے لیے بطور وظیفہ کے دیا گیا ہے اور علاوہ ازیں قریبا نصف طلبا کی فیس اس مدرسہ میں بالکل معاف ہو۔ غرض ہر طرح سے اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ جسطرح ہوسکے غربا کی مدد کی جاوے کیونکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نسبتًا غریب طلبا محنتی اور دل لگاکر پڑھنے والے ہوتے ہیں اور اُستاد کی محنت کو کارآمد کر دکھاتے ہیں کیونکہ اگر طلبا تعلیم میں توجہ کرنے اور اُستاد کے پڑھائے ہوئے کو ضبط کرنیوالے نہ ہوں تو اُستاد کو اپنی محنت کے ضائع جانے کا بڑا رنج اُٹھانا پڑتا ہے۔ اسوقت مجھے ایک دوست کی بات یاد آئی ہے کہ جب میں ایکدفعہ مدرسہ کی ملازمت کو چھوڑ کر ایک دفتر سرکاری میں ملازم ہوا تو اُس دوست نے میری اس تبدیلی پر خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ مدرسہ کی ملازمت کیا شئے ہے جہاں اپنی موچھ غیر کے ہاتھ میں ہو دفتر میں جو کچھ آدمی کرتا ہے اُسپر تو تشفی ہوجاتی ہے کہ افسر اسکو بے شک دیکھ لیں۔ مجھے اس امر میں اُسکے ساتھ اتفاق نہیں کیونکہ میرے نزدیک دفتر ہو یا مدرسہ تجارت ہو یا زراعت افسری ہو یا ماتحتی۔ اُستادی ہو یا شاگردی ہر جگہ صرف اللہ تعالےٰ کا فضل اور رحم کام آتا ہے ورنہ کوئی مقام بھی انسان کے واسطے بےخطر نہیں ہے تاہم یہ صحیح ہے کہ نیک ہوشیار محنتی باادب شاگردوں کا میسر آجانا ایک بڑی نعمت ہے اور ایسے شاگرد عموما غربا میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ علیگڈھ کے بانی کو بھی اپنے مدرسۃ العلوم میں غربا کے لیے کچھ بورڈنگ ہوس اور وظائف کا انتظام کرنا ہی پڑا تھا غرض یہ نہایت ضروری امر ہے کہ غریب طلبا کو وظائف کے ساتھ مدد دیکر انکو اس مدرسہ کی تعلیم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے پاک حاشیہ نشینان کی مقدس صحبت سے موقعہ دیا جاوے تاکہ آیندہ نسلوں کے واسطے ایک ہرا بھرا باغ طیار ہو جاوے۔ مگر یہ کام روپیہ سے ہوتا ہے اور یہاں بمشکل اتنا چندہ جمع ہوتا ہے کہ اُستادوں کی تنخواہیں معمولی سامان اور عمارت کے لیے کافی ہو یا کافی سے بھی کچھ کم ہو تو **نواب محمد علی خان** صاحب اپنے خزانہ سے اُسمیں کچھ ڈالتے رہا کریں جب سے مکرمی مخدومی نواب صاحب یہاں تشریف لائے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ اکثر کتب سامان عمارت عملہ میں اسقدر مدد دے رہے ہیں کہ اگر اس مدرسہ کے بانی حضرت امام علیہ السلام اور اس کا مقصد خدمت دین نہ ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ انکی مدد کے بغیر مدرسہ شاید بڑی ردی حالت میں ہوتا چہ جائیکہ کالج تک ترقی کرکے اس قابل ہوجائے کہ علامۂ دہر واجب التعظیم ہر خورد و کلاں ماہر علوم دینیہ و دنیویہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب اور مسلمانوں کے لیڈر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی پلیڈر ایڈیٹر و مینیجر میگزین ریویو آف ریلیجنز۔ ایسے ایسے بزرگ اس کالج کے طلبا کی تعلیم اپنے ذمہ لیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے علاوہ مالی امداد اور ظاہری تدبر و تفکر کے اندر ہی اندر اپنی کوٹھڑی کے دروازے بند کرکے اللہ تعالیٰ کے آگے دست دعا کچھ ایسے انداز سے پھیلائے ہیں کہ ہاتھ خالی نہیں پھرا اور نہ بغیر فضل الٰہی یہ ترقی محال ہے۔

شاید اصل مطلب سے دور چلا گیا ہوں ہاں اصل مطلب کیطرف دور چلا گیا ہوں بہرحال پھر وظائف مساکین کیطرف اپنے کلام کا رخ پھیرتا ہوں۔ کالج کے فنڈ کی حالت کچھ ہو مجھے اسوقت اسکے متعلق کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ میں نے اس غرض کے واسطے قلم اُٹھایا ہے وما توفیقی الا باللہ کہ مساکین طلبا کے واسطے وظائف کا ایک جدا فنڈ ہونا چاہیے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ہر ایک شہر کے احباب باہم ملکر کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ حسب توفیق ماہوار وظائف قادیان کے مسکین طلبا کے واسطے مقرر فرماویں ایک وظیفہ کی مقدار کم از کم للعہ اور زیادہ سے زیادہ عہ ماہوار فی الحال ہونی چاہیے یہ وظائف ماہ بماہ امین مدرسہ یا سپرنٹنڈنٹ کالج کے پاس بھیجتے رہیں۔ تو اسطرح بہت سے غریب طلبا کی پرورش ہوسکتی ہے۔ اور گویا احباب کے لیے ایک بڑے ثواب کا کام ہوگا کہ انکی طرف سے اُن کے خرچ پر ایک آدمی قادیان میں رہے اور اسطرح انکے لیے بھی قادیان میں رہنے کا ثواب حاصل ہو۔ کیونکہ جو حج کے لیے کسیکو زاد راہ مہیا کرتا ہے اُسکے لیے حج کا ثواب ہے ہوگا مجھے تین بزرگوں کا شکریہ کے ساتھ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب جو کئی طلبہ کو وقتاً فوقتاً ماہواری اور یکمشت مدد دیا کرتے ہیں دوم مخدومی نواب محمد علیخان صاحب جو اپنی جیب خاص سے مدرسہ کے چار طلبا کو ماہواری معقول وظیفہ دیتے ہیں اور سوم جناب نواب فتح نواز جنگ مولوی مہدی حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ جنہوں نے کالج کے واسطے ایک مستقل وظیفہ مبلغ عہ ماہوار کا مقرر کر دیا ہے جزاہم اللہ احسن الجزا فی الدنیا و الآخرة۔

احباب کو اختیار ہے کہ اُس وظیفہ کو کسی خاص شرط کر مشروط کریں مثلاً یہ کہ وہ وظیفہ کیواسطے اُن کے شہر یا ضلع کے کسی طالب علم کو بہ نسبت کسی اور کے زیادہ حق ہوگا جو غریب طلبا اور خود مدرسہ اور بلکہ خود سلسلہ احمدیہ

قادیان میں ایک ہسپتال کی ضرورت ہے

قابل توجہ صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور و صاحب کمشنر حفظان صحت

قادیان دارالامان کی مقامی ضرورتیں اسکی آبادی کے ساتھ ساتھ یومًا فیومًا بڑھ رہی ہیں اور ہمکو بعض اوقات ان ضرورتوں کی طرف اپنے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر میجر سی ایم ڈالس صاحب بہادر کو توجہ دلانے کا اتفاق ہوا ہے اور بعض امور پر جزوی توجہ کی بھی گئی ہے۔ لیکن ہم سردست اسکو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ اس کا عدم وجود برابر ہے تاہم ان پر توجہ کرنا انکا چونکہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر یا دوسرے ذمہ دار حکام کے ماتحت میں ہے اس لیے ہم

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس

در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

پر عمل کرتے ہیں اور جو جو ضرورتیں محسوس ہوتی ہیں وہ گوش گذار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

آج جس ضرورت پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں یہ ایک اہم ضرورت ہے جو انسانی زندگی اور اس کی صحت کے لیے ازبس ضروری ہے۔ گورنمنٹ نے اس ضرورت کو محسوس کرکے ایک الگ اور مستقل **محکمہ حفظان صحت** کا قائم کر رکھا ہے اور جا بجا ہسپتال کھولے ہوئے ہیں اسلیے اگر ہم قادیان میں کسی ہسپتال کے کھولے جانے کی درخواست کریں تو یہ کوئی بیجا درخواست نہیں ہے قادیان کے نواح میں بٹالہ یا سری گوبند پور سے ورے کوئی ہسپتال نہیں ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات لوگ بڑی بڑی دقتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض قیمتی جانیں معمولی فرو گذاشت یا عدم نگہداشت کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں اگرچہ قادیان اور اس کے نواح کے لوگوں کی بڑی ہی خوش قسمتی ہے کہ انکو حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی **نور الدین** صاحب سابق طبیب شاہی خاندان ریاست جموں و کشمیر کی طبی خدمات مفت ملی ہوئی ہیں مولوی صاحب نے اپنے ذاتی خرچ سے ایک شفاخانہ جاری کر رکھا ہے جس میں صدہا مریض ہر روز آتے ہیں اور جہاں سے دوا بھی عمومًا مفت دیجاتی ہے ان آنے والے مریضوں کی تعداد ہمارے اپنے قیاس کے موافق تیس پینتیس ہزار سالانہ سے کم نہیں ہے + اور یہ تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تاہم قادیان چونکہ ایک گاؤں ہے بعض اوقات سرجیکل اوپریشن کے لیے اوزار یا طبی ہدایتوں کے موافق خاص کمروں اور سامان کے نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آسکتی ہیں + اور بعض اوقات ضروری ادویات بھی نہیں مل سکتی ہیں۔ اسلیے اگر قادیان کی ضرورتوں اور ارد گرد کے باشندوں کی بہتری اور آسایش کے سوال پر غور کرکے قادیان میں ہسپتال کھولنے کی تجویز پر سوچا جاوے تو یہ ضرورت اہم ضرورت نظر آئیگی۔ اور فی الحقیقت یہ ضرورت بہت بڑی ضرورت ہے اگر **محکمہ حفظان صحت** ہماری اس درخواست پر توجہ فرمائے اور صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور اسکی سفارش کریں تو یہ کام کچھ مشکل نہیں رہ جاتا۔ البتہ ایک سوال قابل حل رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہسپتال کے **اخراجات** کا انتظام کیونکر ہو؟ اس کے متعلق ہم ایک **تجویز** پیش کرتے ہیں جس پر عمل کرنے سے بہت ہی کم خرچ رہ جاتا ہے اور ایک باقاعدہ ہسپتال کھل سکتا ہے وہ **تجویز** یہ ہے کہ اگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر قادیان کے مجوزہ ہسپتال کے لیے درف دوائی کا سالانہ خرچ اور اوزاروں اور مکان کے بہم پہونچانے کا انتظام سرکاری طور پر کر دیں تو ہم **عالیجناب حضرۃ اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان** کی ذات بابرکات سے اُمید کرتے ہیں کہ آپ ایک ڈاکٹر کی خدمات اس ہسپتال کے لیے ضرور عطا فرما دینگے اور یہ آپ کے لیے بالکل آسان امر ہے۔ اسوقت آپکے خدام میں کئی اسسٹنٹ سرجن اور ہاسپٹل اسسٹنٹ موجود ہیں۔ آپ اگر تین تین مہینے کے لیے بھی سال بھر میں ایک ڈاکٹر کی ڈیوٹی مقرر کر دینگے تو وہ بڑی خوشی سے قادیان میں رہ کر اس خدمت کو سر انجام دیگا۔ اس انتظام سے ہسپتال کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آئے گا یعنی ان کے رجسٹر اور نقشجات باقاعدہ طیار ہوتے رہیں گے اور افسران معائنہ کنندہ بھی اسے ملاحظہ کرتے رہینگے اور وہ باضابطہ سرکاری ہسپتال ہوگا۔

اس ہسپتال کے ہونے سے قادیان کی صفائی اور استیاء خوردنی و نوشیدنی کی دیکھ بھال بھی ہو جایا کرے گی جس کے نہ ہونے کی وجہ سے اسوقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کی خدمات کے علاوہ ہم کچھ اور بھی اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ کی طرف سے امداد پہونچے ممکن ہے کہ تعلیم الاسلام کالج کی ڈسپنسری کو اسکے متعلق کر دیا جاوے۔

اسوقت قادیان میں ایک تعلیم الاسلام کالج ہے جس کے ساتھ ایک ہائی سکول ہے دو ہفتہ وار اور تین ماہوار اخباروں اور رسالوں کے دفتر ہیں تین مستقل پریس ہیں اور اسکے علاوہ ضروریات زندگی کے بڑھنے کی وجہ سے تجارت میں ترقی ہو رہی ہے تین ہزار کے قریب آبادی ہے۔

غرض بہت سی ضرورتیں اس امر کی داعی ہیں کہ یہاں ایک ہسپتال کھولا جاوے ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے بیدار مغز صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور سول سرجن صاحب ضلع گورداسپور اس ضرورت پر غور کرینگے اور اپنی غریب اور کمزور رعایا کی زندگیوں کی حفاظت کے مسئلہ کو حل کرینگے۔

میجر ڈالس کو رفاہ عام کاموں سے ہمیشہ دلچسپی اور خاص توجہ رہی ہے۔ اسلیے اگر وہ اپنے زمانہ ڈپٹی کمشنری ضلع گورداسپور میں یہ یادگار چھوڑینگے تو وہ ایک بہترین یادگار ہوگی۔ ہم اس سوال پر وقتًا فوقتًا بحث کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ریمارک

دفتر الحکم میں چند کتابیں اور بعض جدید پرچے بغرض اظہار رائے ہوئے ہیں ہم کسی اگلی اشاعت میں انپر اپنی ناچیز رائے کا اظہار کرینگے ان جدید پرچوں میں ہم انتخاب روزگار۔ زمیندار۔ پبلک۔ آصف الاخبار پر پہلے اظہار رائے ہوگا۔ ان شاء اللہ

اطلاع

آج کا اخبار ۲۰ صفحوں پر شائع کیا جاتا ہے تاکہ وہ کمی جو دو پرچوں کی ہے پوری ہو جاوے یہ حجم اسوقت تک رہیگا جبتک کمی پوری ہو ۲۴۔ اگست ۱۹۰۳ء کا اخبار اگر خدا نے چاہا تو ایک خاص پرچہ ہوگا۔

ایڈیٹر

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

ذیل میں ہم عالی جناب **خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب** ڈائرکٹر تعلیم الاسلام کالج رئیس مالیر کوٹلہ کا ایک گرامی نامہ درج کرتے ہیں جو آپ نے [illegible] تبلیغ اپنی محترمہ بہن کے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے۔ بظاہر یہ خط اس محترمہ ...... کے نام ہے اور در اصل اپنے دوسرے اقارب کو بھی تبلیغ ہے * اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس گرامی نامہ کو عام لوگوں کے فائدہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے مخدوم نے جس نیت اور غرض کے لیے اسکو لکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا کرے اور اس خط کے اصل مخاطبوں کو توفیق دے کہ وہ ان باتوں پر جو سچے اخلاص اور دلی جوش سے لکھی گئی ہیں پورا غور کریں اور ان سے فائدہ اٹھاویں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار الامان قادیان [illegible]

اس خط کو بھائی صاحب خان صاحب عنایت علی خان صاحب بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں اور تمام خط کو مہربانی سے آپ اور وہ پڑھیں

خواہر محترمہ سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ یوں تو میں ہمیشہ دائم المرض رہتا ہوں کبھی کم کبھی زیادہ مگر اب دونوں موسموں کے لیے قریبًا یکساں رہتی ہیں۔ جاڑہ میں نزلہ و زکام وغیرہ اور اساڑھ میں سر میں چکر رہتے ہیں یعنی امراض کا ایک سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا اور اس سے آپ واقف ہیں۔ علاج برابر جاری ہے۔ آجکل کسی قدر میں ذرا اچھا ہوں مگر یکساں حالت ہمیشہ نہیں رہتی بظاہر دیکھنے میں ایک اجنبی کو میں بیمار نہیں معلوم ہوتا۔ آپ خوب جانتی ہیں کہ اٹھارہ سال سے دوا کا سلسلہ مجھکو نہیں ہٹا۔ ڈاکٹروں طبیبوں سب سے علاج کرایا ہے اور گویا معالجہ کے معاملہ میں میں دوسروں کی نسبت بہت تجربہ کار ہو گیا ہوں گو آپ بھی علیل رہتی ہیں اور آپ کو بھی تجربہ اس امر کا ہے لیکن ایک مرد اور ایک عورت کے تجربہ میں جو فرق ہوتا ہے وہ میرے اور آپ کے تجربہ میں ہے لیکن میں ہمت نہیں ہارتا برابر علاج کراتا ہوں اور خداوند تعالیٰ چاہے گا تو ایک دن صحت ہو جاوے گی۔ یہاں تک مجھکو تجربہ ہوا ہے اس سے قادیان میں علاج میں بڑے فوائد ہیں۔ علاج یونانی یہاں موجود ہے۔ علاج بیدک یہاں ہے۔ ڈاکٹری علاج یہاں پر میسر ہے۔ علاج روحانی جو یہاں ہے وہ دعا کے لیے موقع حاصل ہے دعا کے لیے میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ دعا کرنے کرانے کا قاعدہ لوگ بالکل نہیں جانتے دعا کرنے کے لیے تو چاہیے صبر اور استقلال۔ اس طرز دعا مانگے جسطرح فقیر لوگوں سے مانگتے ہیں فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک خرگدا جو اڑ کر لیتے ہیں جبتک انکو دیا نہ جائے ٹلتے نہیں ایک ہوتے ہیں سگ گدا جو صدا کی اور چلدیے تو دعا کرنے والے کو خرگدا بننا چاہیے یعنی اس طرح دعا کرے اور یہانتک کرے کہ مراد حاصل ہو جائے اور اس دعا کرنے والے کو چاہیے خواہ جان ہی کیوں نہ نکل جائے دعا کرتا رہے کیونکہ بعض دعائیں دیر میں منظور ہوتی ہیں اور بعض دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس کام کے لیے کی جاتی ہیں وہ کام دعا کرنیوالے کے لیے مضر ہوتا ہے پس خدا اسکی دعا اسکے منشا کے بموجب ایسی حالت میں منظور نہیں کرتا بلکہ کسی اور رنگ میں جو اس کے لیے مفید ہوتا ہے پورا کر دیتا ہے پس انسان کو مرنے دم تک دعا کرنی چاہیے اور دعا سے تھکنا نہیں چاہیے ؎

یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

یعنی یا تو مطلوب تک انسان پہنچ جائے اور مطلب حاصل ہو جائے یا جان تن سے نکل جائے۔ اب رہا دعا کرانا اسکے لیے ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کرے جس سے دعا کرائی جائے اس سے گہرا تعلق پیدا کیا جائے اور صبر اور استقلال سے کام کرے تو دعا کرانی چاہیے۔ بلا تعلق ابتدا سے بھی دعا کم لگتی ہے۔ چنانچہ حضرت اسحق کا قصہ ہے کہ انکو اپنا ایک لڑکا زیادہ پیارا تھا مگر کوئی خصوصیت نہ کر سکتے تھے آخر انھوں نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے دعا کرنا چاہتا ہوں تم میرے لیے کچھ کھانے کے لیے لاؤ تا کہ تعلق اور خصوصیت پیدا ہو کر دعا کی تحریک کا سبب ہو۔ چنانچہ اس بیٹے نے یہ کیا کہ فورًا شکار کو چلا گیا تا کہ وہ باپ کے لیے کوئی عمدہ شکار لائے حضرت اسحق کے دوسرے بیٹے حضرت یعقوب کی والدہ یہ کل معاملہ سن رہی تھیں انھوں نے فورًا ایک دنبہ نہایت موٹا حلال کر کے اور عمدہ پکا کے حضرت یعقوب کو دیا کہ اپنے والد کے پاس لیجائیں۔ حضرت یعقوب جب اپنے والد کے پاس یہ کھانا لے گئے تو انھوں نے دعا کی اب بعد میں وہ پہلے بیٹے آئے تو اسوقت حضرت اسحق نے فرمایا کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا چنانچہ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت یعقوب خود نبی ہوے اور انکی اولاد میں نبوت کا سلسلہ قائم ہو گیا جو آخر حضرت عیسیٰ پر ختم ہوا اور دینی اور دنیاوی جو برکات خداوند تعالیٰ نے انکی اولاد پر نازل کیں وہ ایسی تھیں کہ ان سے پہلے شاید ہی کسی قوم پر ہوئی ہوں۔ اسی طرح ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس ایک شخص دعا کے لیے آیا مطلب اس کا یہ تھا کہ اسکو کسی سے روپے لینے تھے اسکا تمسک کھویا گیا تھا یا اس کے مکان کا قبالہ گم ہو گیا تھا اور اسکو اس کاغذ کی بڑی ضرورت تھی اس بزرگ نے فرمایا کہ تو مجھکو کچھ کھلا تا کہ تعلق پیدا ہو۔ وہ شخص حلوائی کے ہاں حلوا خریدنے گیا اور حلوائی نے کاغذ پر حلوا رکھکر اس شخص کو دیا۔ شخص مذکور اس بات کو دیکھکر سخت حیران ہوا کہ وہ کاغذ وہی تھا جس کی اسکو تلاش تھی۔ اب جو بزرگ کے پاس آیا تو انھوں نے فرمایا مجھکو تو صرف دعا کی تحریک کے لیے ضرورت تھی اب تو یہ حلوا اپنے عیال و اطفال میں تقسیم کر دے میرے کسی کام کا نہیں۔ پس دعا کے لیے تعلق کا پیدا کرنا ضروری ہے کیونکہ دعا اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اس کے لیے بھی وقت اور تحریک کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس پاس رہنے سے تحریکیں ہوتی رہتی ہیں اگر حضرت اقدس کا قاعدہ ہے کہ کوئی شخص معمول پر اگر حاضر نہیں ہوا تو دریافت فرماتے ہیں کہ فلاں کیوں نہیں آیا اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوا تو انکو تحریک ہوتی ہے یا اگر اور ذرائع سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص بیمار ہے تو آپ جسطرح ایک بہت ہی محبت کرنیوالی ماں بے چین ہوتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر بے چین ہوتے ہیں اور اس لیے تحریک پیدا ہوتی ہے یا کسی وقت دعا کا عمدہ وقت ملگیا تو جن کے نام یاد ہوتے ہیں نام لے لیکر دعا فرماتے ہیں اب جو دور رہے ممکن ہے کہ اسکا نام بھول جائے پس جو ہر وقت سامنے رہتے ہیں ان کے لیے دعاؤں کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ اس لیے یہاں کے علاج میں بڑا فائدہ ہے جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

عبادت کے بارہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ کیا دوسری

جگہ نہیں ہو سکتی ہے۔ مسجد اور شہر روئے زمیں۔ آپ کو شاید یہ علم نہیں کہ نبی اور رسول جو آتے ہیں یہ اس دنیا سے علم نہیں سیکھتے بلکہ خود خداوند تعالیٰ سے علم پاتے ہیں چنانچہ حضرت رسول کریم محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دنیاوی علوم نہیں جانتے تھے لیکن خداوند تعالیٰ نے انکو ایسا علم بنایا کہ دین اور دنیا دونوں اکٹھے کر دیئے پس انبیاء کو جو علم حاصل ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ ہر ایک علم کیطرح بڑھتا رہتا ہے پس اس علم سے اُسی کو حصہ ملتا ہے جو اُن کے پاس زیادہ رہے اور زیادہ بیٹھے۔ دوسرے ان کے علم... کا بڑا حصہ عمل ہوتا ہے وہ بلا صحبت حاصل ہو ہی نہیں... سکتا چنانچہ حضرت رسول کریم کے حالات اُنھیں لوگوں سے زیادہ مل سکے ہیں جو زیادہ قریب رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم پھر فرماتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ایکطرف اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول کریم اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تمھارے لیے اللہ کے رسول کا عمدہ نمونہ ہے اُس نمونہ کی بموجب اپنے اعمال بناؤ۔ اسلیے مسلمانوں کو رسول کریم کے افعال اعمال اور ہر قسم کے نمونے کے علم کی ضرورت ہے اسی لیے صحابہ نے حضرت رسول کریم کے ہر شعبہ سے پوشیدہ امور کو دریافت کیا۔ اور راوی والوں نے جہانتک اُنکی طاقت تھی حضرت رسول کریم کے دیکھنے والے یاد رکھنے والے کے دیکھنے والوں سے اسی طرح سلسلہ سے حضرت رسول کریم کے قول اور فعل کو اکٹھا کیا تا کہ حضرت رسول کریم کا نمونہ ہاتھ آئے یہ ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ کوئی کاریگر جب کوئی چیز نمونہ کے بموجب بناتا ہے تو نمونہ آگے رکھ لیتا ہے اسلیے صحابہ کے لیے حضرت رسول کریم نمونہ تھے۔ اور وہ حضرت رسول کریم کو دیکھکر اُن کے قدم بقدم چلکر کامیاب ہوئے اسی طرح قرآن شریف ایک کتاب ہے اور اُسکے لیے چاہیئے علم اور یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ طالب علم کہیں ہو اور معلم کہیں طالب علم بھی وہی فیض اور علم زیادہ حاصل کر سکتا ہے جو اُستاد کے پاس ہو۔ ورنہ مدارس اور کالجوں اور معلموں کی ضرورت ہی کیا تھی کتابیں دنیا میں موجود تھیں ہر ایک پڑھ سکتا تھا اسی طرح نبیوں کی بھی ضرورت نہ تھی پر حضرت رسول کریم نے قرآن کو پڑھا لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور اُسکی حکمتیں اور معارف ظاہر فرمائے اور پڑھایا اور معارف سکھلائے اور پھر اُس پر عملدرآمد کر کے دکھلایا اور کرایا۔ یہ مطلب ہے یعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم کا۔

پس آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ بلا معلم اور نمونہ کے پاس رہنے کے کسطرح طریق عبادت اور خدا کی رضا کے راہیں انسان کو مل سکتی ہیں یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک معلم کے دیکھنے والے سو برس کے اندر اندر تمام ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی اکا دکا رہ بھی گیا تو وہ بھی ارذل عمر کو پہنچکر لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسلیے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس اُمت مرحومہ کے لیے یہ کیا ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد آئے کہ وہ نمونہ بنکر تعلیم احکام الٰہی کرے اور جن عبادات اور اعمال اور افعال میں سستی آگئی ہے یا اُن میں کوئی خرابی پڑ گئی ہے اُسکی اصلاح کرے اسی لیے تھا کہ بارہ خلیفے اس اُمت مرحومہ میں سے آئیں گے۔ چنانچہ پہلی صدی کے تو خود حضرت رسول کریم اور پھر بارہ صدیوں پر بارہ مجدد ہوئے اور آخری خلیفہ چودھواں حضرت مسیح اور مہدی کو قرار دیا تھا چنانچہ اُسکی شان میں فرمایا اور صحابہؓ ہی کو مخاطب کیا ہے کہ تمھارا کیا حال ہوگا جبکہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا جو تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا اور وہ حکم اور عدل ہوگا۔ مطلب اس سے صاف ہے کہ اے صحابہ اگر تمھارے زمانہ میں ابن مریم آیا جو تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا تو تم اُسوقت کیا کرو گے۔ یہاں صحابہ کا امام ابن مریم کو قرار دیا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تم ہی میں سے ہوگا یعنی وہ مسلمان ہوگا کوئی دوسرا نبی یا غیر مسلم نہ ہوگا۔ اور نہ اسی قرآن کی شریعت کا مطیع ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اُسکو پیر اسلام قرآن شریف میں جو اختلاف ہوگا وہ بعض اختلافوں کو مٹائے گا۔ پس جبکہ ایسی اعلیٰ شان مسیح موعود کی ہے تو پھر اُسکی صحبت میں رہنا اور قریب رہنا کتنا بڑا عظیم الشان ہے۔

گھر سے مسجد میں نماز کا زیادہ ثواب ہے اور پھر مسجد نبوی اور مکہ معظمہ میں اور زیادہ ثواب ہے اور اماکن متبرکہ میں عبادت کا اثر پڑتا ہے تو کیا خدا کے مقدس کے حضور میں رہنے اور اُس کے قریب رہ کر اور اُسکے متبرک دار اور مقام میں رہ کر بڑا اثر عبادت نہ پڑے گا ضرور پڑیگا اسلیے یہاں کی عبادت جو دوسری جگہ میں عبادت سے بڑی فوقیت رکھتی ہے دوسری جگہ کی عبادت کو یہاں کی عبادت سے کوئی نسبت نہیں۔

تیسری بات آپ نے یہ لکھی تھی کہ کیا میں جون بدلنے یعنی تناسخ کا قائل ہوگیا ہوں کہ زید مر گیا اور پھر وہ دوسرا شخص زید بنکر آگیا۔ آپکو شاید معلوم نہیں کہ تناسخ کے ہم سخت مخالف ہیں اور جو شخص اسلام رکھتا ہے اور قرآن شریف پر اُسکا عملدرآمد ہے اور قرآن شریف پڑھتا ہے خلاصہ یہ کہ مسلمان ہے وہ تناسخ کا قائل کبھی ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اللہ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں اور پھر بڑھ کر یہ فضل کہ ہمکو امام عطا فرمایا اور امام بھی وہ جو مسیح موعود اور مہدی معہود ہے اور امام آخر الزمان ہے پھر ہم کسطرح تناسخ کے قائل ہو سکتے ہیں ہاں ابتدائے نبوۃ کے سلسلے تک ایک سچا مسئلہ بروز کا چلا آتا ہے جو قرآن شریف میں اور کتب سابقہ میں موجود ہے اُس کے ہم قائل ہیں۔ تناسخ اور بروز میں بڑا فرق ہے۔ تناسخ کے تو یہ معنے ہیں کہ ایک کی روح دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے یعنی آج انسان کل مرنے کے بعد گدھا ہو گیا اور گدھے سے پھر آدمی بنا آج ظالم کل مر کر مظلوم بنا وغیرہ وغیرہ۔ اور بروز یہ ہے کہ ایک انسان کی مثل دوسرا انسان اُن بعض اوصاف کو لیکر آتا ہے جو پہلے میں تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگ شکل میں مشابہ ہوتے ہیں طبائع میں مشابہت ہوتی ہے اسی طرح روحانی سلسلہ میں مشابہت ہوتی ہے۔ اسمیں یہ نہیں ہوتا کہ وہی پہلا شخص عین میں آجائے بلکہ اس کے بعض صفات اس شخص میں ہوتے ہیں اور یہ پہلے شخص کا مثیل ہوتا ہے۔ مشابہت کے لیے ضروری نہیں کہ سب صفات وہی ہوں جو پہلے میں تھی جب کسی کی کسی سے مشابہت دیجاتی ہے تو اس سے چند صفات ہی مراد ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک بہادر کو کہتے ہیں کہ یہ شیر ہے اسمیں مشابہت صرف بہادری میں ہوتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ اُسکے دُم بھی لگ جائے اور وہ کچا گوشت لوگوں کا پھاڑ کر کھالے۔ پس نبوت کے سلسلہ میں مشابہت بھی بعض خصائل اور اوصاف میں ہوتی ہے مثلاً قرآن شریف میں آیا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً یعنی ہمنے تمھاری طرف اسطرح رسول نگران حال بھیجا جسطرح فرعون کیطرف ہمنے رسول بھیجا تھا یعنی جسطرح موسیٰ آئے تھے اُسی طرح حضرت رسول کریم آئے ہیں اور حضرت رسول کریم حضرت موسیٰ کے مثیل تھے۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تمکو اسیطرح خلیفہ بنائیں گے جسطرح تم سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا اور حدیثوں سے بھی حضرت موسیٰ اور حضرت رسول کریم اور اُمت موسیٰ اور اُمت محمدیہ کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمت کی مثال موسیٰ کی اُمت کی طرح ہے اگر وہ چوہے کے بل میں گئے ہیں تو میری اُمت بھی جو کہ

کے دل میں گھسے گی۔ اسی طرح تورات و انجیل سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ تورات میں تھا کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے حضرت الیاس آئیں گے چنانچہ جبکہ حضرت عیسیٰ آئے تو یہودیوں نے اُن سے سوال کیا کہ تم سے پہلے الیاس نے آنا تھا تو بتاؤ الیاس کہاں ہے تو آپ نے اپنے پیر حضرت یحییٰ کے متعلق کہا کہ وہی ایلیا ہیں اگر ماننا ہو تو مانو۔ اب جائے غور ہے کہ بروز نہ ہوتا تو حضرت یحییٰ کو الیاس نہ کہا جاتا۔ حالانکہ یہود نے جب حضرت یحییٰ سے دریافت کیا کہ تو الیاس ہے تو انہوں نے انکار کیا۔ اسکی مطابقت اسطرح ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یحییٰ کو بروزی طور سے الیاس کہا تھا اور حضرت یحییٰ کا انکار اصل الیاس ہونے سے تھا۔ پس قرآن شریف نے بروز کا سلسلہ جاری رکھا جیسا کہ میں نے اوپر لکھا کہ "ہم اسی طرح تم کو خلیفہ بنائیں گے جس طرح تم سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا" پھر عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ سے ظاہر ہے اس سے بنی اسرائیل کا بروز اس اُمت کو قرار دیا بلکہ سورۂ جمعہ میں صحابہ کا آخری زمانہ کے لوگوں کو بھی بروز بنایا چنانچہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ سے ظاہر ہے یعنی اُمت محمدیہ میں ایک آخری لوگ جبکہ وہ اعمال و افعال میں صحابہ سے ملجائیں۔ اور چونکہ حضرت رسول کریم جامع کمالات نبوۃ تھے حضرت کے صحابہ بھی اتنے ہی تھے جتنے انبیاء سابقہ تھے گویا ہر ایک صحابی ایک ایک نبی کا بروز تھا پس جب اس قدر مماثلت حضرت رسول کریم اور حضرت موسیٰ میں ہے اور بنی اسرائیل اور اُمت محمدیہ میں ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کے بارہ میں وہی مماثلت نہ ہو۔ چنانچہ بارہ خلیفوں والی حدیث بھی قابل غور ہے جس میں فرمایا ہے کہ کلھم من قریش۔

آگے اسی حدیث میں بارہ کی تعداد لگائی اور تیرہ کی نہ لگائی۔

اور کلھم فرمایا کہ جس سے کلھم من قریش اس سے معلوم ہوا کہ تیرھواں مجدد من قریش نہیں ہے اب غور کرنے کی بات ہے کہ استخلاف کا وعدہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اُمت کیطرح فرمایا تھا چنانچہ حضرت موسیٰ کا سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شروع ہوا اور چودھویں صدی میں حضرت عیسیٰ پر ختم ہوا۔ اسیطرح سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چودھویں صدی میں ختم ہونا تھا بارہ خلیفے تو تیرھویں صدی میں ختم ہو گئے اور چودھویں صدی میں چودھواں مجدد بشریت حضرت رسول کریم یعنی تیرھویں مجدد کے بعد رسول کریم اس لحاظ سے مثیل عیسیٰ ہونا چاہیے تھا چنانچہ اسی مماثلت کے سبب سے حضرۃ رسول کریم نے آخری امام مسیح موعود کو قرار دیا

پھر جسطرح حضرت عیسیٰ بن باپ ہونیکی وجہ سے یہودیت سے خارج ہو گئے تھے اور محض ماں کی طرف سے یہودی تھے اسی طرح مسیح موعود بھی قریش سے نہیں آیا بلکہ غیر قریش سے آیا ہاں ماں کی طرف سے وہ بھی قریش سے ہے یعنی **ہمارے مسیح موعود** کی دو دادیاں سیدانیاں ہیں۔

اور جسطرح حضرت عیسیٰ مطیع شریعت موسوی تھے اسی طرح مسیح موعود بھی مطیع شریعت محمدی ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہودی بننے کے لیے تو مسلمان اور عیسیٰ بننے کے لیے پھر یہودی ہی ہوں کیا اس میں بڑی ہتک حضرت رسول کریم اور اسلام کی نہیں ہے؟ کہ یہ ایسی ردی اُمت کہ اس میں سے کوئی مکرم پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور جنہے تو کیا ہے یہودی جنکی بابت ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریم جامع کمالات نبوۃ تھے اور افضل الرسل تھے اور اسی لیے یہ اُمت بھی افضل الامم ہے۔ مگر اگر خیر و افضل الامم سے تو یہودی پیدا ہوے اور جو مکرم بننے کا موقع تھا یعنی مسیح بننا اسکے لیے پھر یہودی تلاش کرنے پڑے جنکی تعریف آیت بالا سے ظاہر ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ مسلمانوں کی عقلوں پر کیا پتھر پڑ گئے کہ انکو اتنی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور پھر اور لو قرآن شریف جگہ جگہ انبیاء کے قصص بیان فرماتا ہے اور وہ اس لیے تا کہ معلوم ہو کہ پہلے انبیاء کا طریق تھا انسے ایسا سلوک ہوا اور انکے مکذبین کو عذاب ہوا اور انکے مصدقوں کو نجات ملی اور کامیاب ہوئے اور یہ دکھلایا کہ سنۃ اللہ نبوۃ کے بارہ میں یہ ہے اور اسی کے بموجب اے محمد تجھکو بھیجا گیا تو اب جائے غور ہے کہ جو سنۃ اللہ اللہ تعالےٰ نے نبوت کے لیے قائم کی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے سلسلہ نبوۃ جاری ہوا کبھی بھی کوئی مرکر زندہ نہیں ہوا یا ایک نبی کے سلسلہ کا نبی دوسرے سلسلہ کے نبی کے بعد آیا ہو یا کوئی نبی آسمان پر زندہ بجسد عنصری اٹھایا گیا اور پھر اسیطرح بجسد عنصری کہیں واپس آیا ہو تو انکو تجربہ سابقہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تو پھر محض ایک اکیلی نظیر حضرت عیسیٰ کی کسطرح قابل پذیرائی ہو اور تماشا یہ کہ جن نبیوں کی موت کے لوگ قائل ہیں انکی موت کا صاف طور سے کہیں قرآن شریف میں تذکرہ نہیں اور حضرت عیسیٰ کی موت کا تذکرہ صاف صاف درج ہے قرآن شریف میں صاف وارد ہے کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی میں تجھکو ماروں گا اور تیرا رفع کروں گا۔ قرآن شریف میں یا حدیث میں یا عرب میں کسی جگہ اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ توفی کا صیغہ باب تفعل کا ہو اور خداوند تعالیٰ فاعل اور مخلوق ذی روح مفعول ہو اور اسکے معنے سوائے موت کے دوسرے ہوں چنانچہ قاموس اور دیگر کتب لغت قرآن اور حدیث شیعہ و سنی میں توفی کے معنی موت کے لکھے ہیں یعنی قبض روح اور امام مالک اور امام بخاری بھی حضرت عیسیٰ کی موت کے قائل ہیں اور حضرت عیسیٰ کا قیامت کے روز یہ کہنا کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مرگئے اور اس وقت کے مرے ہوئے قیامت تک واپس نہ آئے کیونکہ آیت موصوفہ سے ظاہر ہے کہ جبکہ خداوند اُن سے سوال کرے گا کہ کیا تونے اپنی اُمت کو کہا ہے کہ مجھکو اور میری ماں کو خدا بنانا تو اُسکے جواب میں حضرت عیسیٰ عرض کرینگے کہ اے خدا جب تک میں اُن میں رہا میں نے وہی بتایا جو تونے حکم دیا۔ ہاں جب تونے مجھکو مار ڈالا تو پھر تو نگہبان تھا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے دنیا میں آئے تھے اور وہ قیامت تک زندہ تھے اور انہوں نے دنیا میں آکر لوگوں کو مسلمان بنایا تھا اور سوروں کو قتل کیا تھا اور صلیبوں کو توڑا تھا تو پھر اُن کا جواب مذکورہ غلط اور دروغ ہوتا ہے بلکہ یہ جواب ہونا چاہیے تھا کہ اے خدا پہلے تو انکو وہی سکھلایا جو تونے حکم دیا اور پھر پیچھے میرے آسمان پر اُٹھانے کے بعد جن لوگوں نے شرارت کی تھی اور مجھکو اور میری ماں کو خدا بنایا تھا انکو جیتے پھر واپس جا کر خوب دیا اور انکو ہلاک کیا اور سوروں کو قتل کیا اور صلیبوں کو توڑا اور پھر تیرا دین قائم کیا اب یہ سوال مجھ سے کیوں کیا جاتا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ جب میں مرگیا تو تو نگہبان تھا اور اسکی تصدیق حضرت رسول کریم کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت رسول کریم بھی فرماتے ہیں کہ جب مجھسے میری اُمت کی بابت سوال ہوگا تو میں بھی یہی کہونگا جو حضرت عیسیٰ نے کہا تھا۔

حضرت عیسیٰ کی موت خود قرآن و حدیث سے ثابت ہوتی ہے خدا کے کلام اور رسول کریم کے فعل سے ثابت ہے۔ قرآن انکو مرا ہوا بتلاتا ہے اور حضرۃ رسول کریم نے معراج کے دن انکو مردوں میں دیکھا اور پھر خود مرکر دکھلا دیا کہ کوئی نفس زندہ نہیں رہ سکتا جبکہ جامع کمالات کا یہ حال تو دوسرے کا کیا ہوگا۔ چنانچہ صحابہ بھی اس پر متفق تھے کہ مسیح علیہ السلام اسرائیلی مرگیا چنانچہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ

کا انتقال ہوا تو حضرت عمر کو نہایت رنج ہوا اور اس رنج میں اُن کے حواس پراگندہ ہوگئے اور انھوں نے فرمایا کہ جو شخص حضرت رسول کریم کو مرا ہوا کہے گا میں اُسکو قتل کردوں گا۔ جب اسکی خبر حضرت ابوبکر کو پہونچی تو آپ تشریف لائے اور یہ آیت پڑھی **ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم** سوائے اس کے نہیں کہ محمد ایک رسول ہے اور اس سے قبل جتنے رسول تھے وہ گذر گئے ہیں اگر یہ بھی مرجائے یا قتل ہو جائے تو کیا تم پھر جاؤگے تو جب یہ آیت صحابہ نے سنی تو فورًا تمام خاموش ہوگئے اور حضرت عمر نے بھی مان لیا کہ حضرت رسول کریم کا انتقال ہو گیا۔ جائے غور ہے کہ اگر ان کے ذہن میں حضرت عیسیٰ کا زندہ ہونا ہوتا تو صاف کہہ دیتے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں مگر انکا اس آیت کو سنکر حضرت رسول کریم کا وفات پانا مان لینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسبات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا گئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عیسےٰ اور موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میرا اتباع کرنا پڑتا۔ ایک جگہ قرآن شریف میں یہ بھی ہے **ما المسیح عیسےٰ ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل** یعنی مسیح ابن مریم بھی ایک رسول تھا اور اس سے پہلے رسول گذر گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح سے پہلے جتنے نبی ہوئے سب مر گئے اور **ما محمد الا رسول** الخ کی آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم سے پہلے جتنے نبی تھے وہ سب مر گئے جنہیں حضرت مسیح بھی شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے کسی نبی کو موت سے خالی نہیں رکھا اور وہ سب حضرت رسول کریم سے پہلے وفات پا چکے۔ ایک جگہ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم تو کھانے پیتے تھے تو پھر انکو انسانیت کے درجے سے نکال کر انکو خدا کیوں بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح جبکہ وہ کھانے پیتے تھے تو انکو اور ضروریات بھی ہوتی تھیں اور لوازم انسانیت کے ساتھ بول و براز بھی تھے پس آسمان میں ایسے امور کے لیے کسطرح ضروریات پوری ہو سکتی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اب تک کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے بغیر حضرت عیسے زندہ ہیں حالانکہ کوئی شخص بھی اسطرح زندہ چند دن بھی نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ دو ہزار برس اور پھر آسمان پر بجسد عنصری جانا یہ بھی خلاف سنة اللہ ہے۔ کیونکہ حضرت رسول کریم کو

جبکہ کفار نے یہ کہا کہ تو آسمان پر جا کر ہمارے لیے کتاب لا تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تو انکی خواہش پوری کرنی چاہتا ہے تو اگر تجھ سے چڑھا جاتا ہے تو سیڑھی لگا اور آسمان پر چڑھ جا۔ جائے غور ہے کہ حضرت رسول کریم نہیں جا سکے تو حضرت عیسیٰ کسطرح چلے گئے اور یہ سنة اللہ کے برخلاف ہے۔ اس پہلو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مر گئے۔ اور جو مر گئے انکی بابت خود قرآن شاہد ہے کہ **انهم لا یرجعون**۔ یعنی جو مرجاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔ اور تجربہ بھی اسکا شاہد ہے چنانچہ اگر خداوند تعالیٰ کا یہ فعل ہوتا کہ مردے زندہ ہوتے اور وہ پھر دنیا میں آکر کاروبار کرتے اور معاشرت میں حصہ لیتے تو ضروری تھا کہ خدا کے کلام میں احیاء موتی کا تذکرہ ہوتا اور ان کے لیے احکام ہوتے اور حدیث و فقہ میں بھی ایسے مردوں کے لیے جو زندہ ہو کر آتے ہیں مسائل ہوتے کہ وراثت کا ایسی حالت میں کیا حال ہوگا عورتوں کی عدت اور ان کے نکاح و طلاق کے مسائل موجودہ صورت سے دوسری صورت پر ہوتے جب ہم ایسے احکام خداوند تعالیٰ کے کلام اور حدیث اور فقہ میں نہیں دیکھتے تو معلوم ہوا کہ ایسا اللہ تعالےٰ کا فعل نہیں۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ مر گئے اور زندہ ہو کر واپس بھی نہیں آسکتے تو لامحالہ قرآن اور حدیث میں مسیح موعود کی جو خبر ہے اُس سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود اسی اُمت میں ہوگا نہ کہ عیسیٰ نبی اسرائیلی آئے گا۔ پس یہ بات بھی قائم ہو گئی کہ مسیح موعود اسی اُمت سے آئے گا جیسا کہ میں نے اوپر ثابت کیا ہے تو اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ زمانہ ہے کہ جس میں مسیح موعود کو آنا تھا اور اگر زمانہ ہے تو کوئی شخص ایسا ہے کہ جو آیا ہے اگر کوئی آیا ہے تو کیا وہ نشانات جو مسیح موعود کے لیے مقرر ہیں ظاہر ہو گئے کہ نہیں۔ ان سوالوں کا جواب آسان ہے کہ جیسا کہ میں نے اوپر ظاہر کیا کہ مسیح موعود کو چودھویں صدی میں آنا چاہیے تھا اور مکاشفات صوفیاء کرام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور زمانہ کی حالت بھی ظاہر ہے کیونکہ اس زمانہ میں حد درجہ کی خرابی آگئی ہے اور یہ حالت اسبات کی دلیل ہے کہ زمانہ ایک بڑے بھاری مصلح کو چاہتا ہے جبکہ زمانہ کی حالت سے یہی ثابت ہوا اور ایک مرد خدا نے دعویٰ بھی کیا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور اسی اُمت مرحومہ ہی میں سے ہے اور دوسرے کسی شخص نے دعویٰ نہیں کیا اور پھر نشانات مثل قحط کا پڑنا حج کا بند ہونا اور

رمضان میں چاند گرہن خسوف کی پہلی تاریخوں اور سورج گرہن کسوف کے درمیانی تاریخ میں اکٹھے ہونا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریل کا چلنا۔ اونٹنیوں کا بیکار ہونا وغیرہ وغیرہ بڑے موٹے ثبوت اسبات کے ہیں کہ مسیح موعود آگیا۔ باقی رہی یہ بات کہ **مرزا غلام احمد** صاحب ہی مسیح موعود ہیں کیا وجہ کہ دوسرا نہیں ہوسکتا ممکن ہے کہ دوسرا شخص ہو اور یہ اُسی کے لیے نشان ہوں اس کا جواب یہی ہے کہ اول تو اہل اسلام میں سے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سوائے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کے نہیں کیا اور اگر کیا ہے تو سامنے آئے پس جو پہلے مرجائے وہی کاذب ہے۔ اس وقت حضرت اقدس کے دعوی کو چوبیس برس گذر گئے ہیں اور ہر روز قدم آگے ہے کیا ایک مفتری اتنا عرصہ زندہ رہ سکتا ہے جس کی بابت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھپر افترا کرے گا میں اُسکو شہ رگ سے کاٹ دوں گا یعنی مہلت نہ پائے گا اور ہلاک ہوگا۔ **الحمد للہ** کہ خداوند تعالیٰ نے ہمکو مسیح موعود کے سایہ کے نیچے لا بٹھایا اور اُسکے ذریعہ سے قرآن سکھایا سمجھایا محمد رسول اللہ جو ایک کہانی ہو گئے تھے انکو دکھلایا اور پھر خود خدا کو دکھلایا اگر یہ نہ آتے پھر اسلام قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ اور خدا ایک کہانی ہو گئے تھے یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مسیح موعود کا خادم ہمکو بنایا پس جنکی آنکھیں بینا ہوں دیکھے اور جسکے کان شنوا ہوں سنے۔ **مسیح موعود** آگیا اور نشانات پورے ہو گئے اور جس طرح خداوند تعالیٰ نے اسکو بشارت دی تھی کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اُسی طرح خداوند تعالےٰ نے اسکو ہر میدان میں جتایا اور خود بچایا اور اُسکی سچائی کو بڑے نشانوں سے ظاہر کیا۔ اے میری پیاری بہن افسوس کہ یہ خط بھی آپ کی سمجھ سے باہر ہے اور لمبا ہو گیا آپ دعا کریں تا کہ آپکو بھی خدا ہدایت دے اور آپ اس امام زمان اور مرسل من اللہ کی خادم بنجائیں یہ خط لمبا میں نے اسلیے بھی لکھا ہے کہ آپ کے سوالات آپ کی سمجھ سے زیادہ تھے وہ غالبًا بھائی صاحب خان صاحب عنایت علیخان صاحب کے سوالات تھے پس میں نے اسقدر طول انکے لیے خصوصیت سے دیا ہے انکو ایسے خط کو ضرور دکھلائیں۔ میرا اس سے زیادہ طول دینا پسند نہیں تھا ورنہ باتیں بہت تھیں۔ اگر کوئی شبہ رہ جائے [illegible] حق کی طلب ہو تو میں پھر بشرط فرصت حاضر ہوں۔

(راقم محمد علی خان)

حضرت امام الزمانؑ کے مکتوبات

فاضل امروہی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ منت کے بعد عنایت نامہ پہنچا کبھی کبھی اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں گو اس عاجز کی طرف سے بوجہ کم فرصتی جواب بھیجنے میں کچھ تاخیر بھی ہو جایا کرے مولوی محمد بشیر صاحب بلاشبہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اخلاص سے خدا تعالیٰ کا راہ طلب کرتے ہیں مگر انسان بعض شبہات کے پیدا ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے ہر ایک دل اللہ جل شانہ کے دست تصرف میں ہے جسطرف چاہتا ہے پھیر تا ہے اگر یہ عاجز اگر وقت مافق پا اور اللہ جل شانہ نے ارادہ فرمایا تو کسی وقت مولوی صاحب موصوف کے لیے دعا کرے گا خدا تعالےٰ طالب صادق کو ضائع نہیں کرتا اور با استعداد آدمی کو محجوب رہنے نہیں دیتا خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو ایک مصلحت عظیم کے لیے برپا کیا ہے اور صادقین اور متقین کو اسمیں داخل کرنا چاہتا ہے سو وہ خود اپنے قوی ہاتھ سے اپنے لوگوں کو اسطرف کھینچ لائے گا اگر کوئی راست باز آدمی کچھ مدت تک بعض خدشات کی وجہ سے متخالف رہے تو یہ کچھ اندیشہ کی بات نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مخلص قوی الایمان چار برس کے بعد ایمان لائے مجھے قریب قریب یقین کے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالےٰ مولوی محمد بشیر صاحب کو اطمینان بخشے گا وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے چند خط درباب الہامات ضرور لکھے تھے مگر چونکہ یہ عاجز پدل اباحت سے متنفر ہے کہ لپنے ہم مشرب بھائیوں سے جو تعلق محبت بھی رکھتے ہیں ظاہری جھگڑوں اور مناظرات میں الجھا رہے اسلیے ایکدن بھی وہ خط بحفاظت نہیں رکھے گئے کیونکہ ان کے کسی آخری نتیجہ سے کچھ غرض نہیں تھی مولوی صاحب کو نرمی سے سمجھایا گیا تھا کہ آپ اس رائے میں غلطی پر ہیں اگر خدا تعالےٰ چاہتا تو مولوی صاحب ان وجوہات کو جو پیش کی گئی تھیں سمجھ لیتے وہ میرے ایک پرانے دوست ہیں اور اُنکی نسبت میرا نیک ظن ہے اور گو وہ اپنے خیال میں اب بہت دور جا پڑے ہیں مگر مجھے اس تصور سے بغایت درجہ دل درد مند ہے کہ ایسا دوست محروموں اور محجوبوں کی طرح ہو جائے میرے دل میں پختہ ارادہ ہے کہ ان کے لیے غائبانہ کوشش کروں اور اُس قادر مطلق سے جس پر میرا بھروسہ ہے اُنکی رہائی چاہوں ظاہری بحثوں اور مناظرات سے دل نرم نہیں ہو سکتا بلکہ جہاں تک میرا تجربہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آجکل کے مباحثات و مناظرات مخالفت و کینہ و بخل کو بڑھانے والے ہیں اور انکا ضرر انکے فائدہ سے بہت زیادہ ہے یہ بھی دیکھا ہے کہ مجرد مشاہدہ خوارق اور کرامات کا کسیکی ہدایت کیلیے کافی نہیں بلکہ ہدایت امر منجانب اللہ ہے جو سعید روحیں ہیں بہر حال اُسکو پا لیتی ہیں یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب نے کچھ عرصہ قادیان میں رہنے کے لیے مجھے لکھا تھا اُسوقت مینے اُسوقت کے مصالح کے موافق بھی مناسب سمجھا تھا کہ ابھی وہ اپنے مکان میں اپنے کام میں لگے رہیں لیکن میری دانست میں اسوقت کی حالت قرب کو چاہتی ہے مولوی صاحب کے دل میں طرح طرح کے شکوک و شبہات ہیں اور میری دانست میں جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ بہت زیادہ اُس سے ہے کہ جو اُنکی زبان سے نکلتا ہے مگر بوجہ منطقی طبع ہونے اور نیز بباعث علاقہ دوستی و محبت کے وہ اپنے دل کے پورے شبہات و بخارات کو ظاہر نہیں فرما سکتے کیونکہ وہ ایسا فعل برخلاف طریق و اتقا و اخلاص کے خیال کرتے ہیں لیکن اگر انھیں الہامات اور اُن انوار الہیہ میں تامل ہے کہ جو اس عاجز پر نازل ہو رہے ہیں تو اس سے بہتر کوئی طریق نہیں کہ مولوی صاحب اپنی پہلی درخواست کے موافق تین چار ماہ تک درویشانہ حالت میں اس عاجز کے پاس گوشہ گزین ہوں اور یہ عاجز وعدہ کرتا ہے کہ اگر مولوی صاحب قادیان میں اسقدر مدت تک رہیں تو جہانتک طاقت ہے اُنکے لیے دعا کروں گا اور خدا تعالیٰ سے اُنکی تفہیم چاہوں گا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے ظہور میں لاوے لیکن اگر کچھ آثار نہ ہوں تو کم سے کم مولوی صاحب کے ہاتھ میں یہ بات تو ضرور آجائیگی کہ یہ شخص مقبولین میں سے نہیں ہے کیونکہ مقبولین جب جوش دل سے اضطرار کے وقت میں اپنے رب جلیل سے کچھ مانگتے ہیں تو بے شک وہ اُنکی سنتا ہے اور جب ایسی حالت میں وہ تضرع کرتے ہیں تو بلاشبہ امدادات الٰہیہ اُنکی طرف توجہ کرتی ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے پیارے بندے اور مخلص ہیں جن کے لیے وہ بڑے بڑے کام کر دکھاتا ہے اور یہ جو مینے کہا کہ مولوی صاحب تین چار ماہ تک اسجگہ رہیں یہ اپنے جوش کے لیے ایک حیلہ سوچتا ہوں کیونکہ جوش تضرع میرے اختیار میں نہیں مولوی محمد حسین صاحب جیسے ایک جید فاضل میرے دروازہ پر ہونگے تا امتحان کریں تو یہ ایک جوش پیدا کرنے کے لیے بڑے موثر ہو گی

خاکسار مرزا غلام احمد

ولہ ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

مکرمی محبی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہونچکر موجب فرحت و مسرت ہوا عاجزانہ ابیات کے دریافت سے بہت خوش ہوا کہ آپکو خدا تعالیٰ نے حسن ظن و ذہن سلیم بخشا ہوا ہے خدا تعالےٰ آپکو اسپر استقامت بخشے رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ رہا ہے شاید ایک ماہ تک چھپکر شائع ہو جائے گا باقی دونوں رسالے فتح اسلام و توضیح مرام آپ دیکھ چکے ہیں لیکن ازالہ اوہام انشاء اللہ القدیر تمام امور کا فیصلہ کرنے والا ہے بفضل اللہ تعالےٰ قریب بیس جزو کے ہوگا انشاء اللہ القدیر تمام مخالفین شکست کھائیں گے اور حق غالب ہوگا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یہ عاجز چند روز سے لدھیانہ میں آگیا ہے شاید تین چار ماہ اسی جگہ رہوں ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں والسلام

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۸ مارچ ۱۸۹۱ء

ولہٗ ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

مکرمی محبی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہونچکر آپ کی محبت اور اخلاص اور اعتقاد پر اس امتحان کے وقت میں خبر پا کر نہایت درجہ کی خوشی ہوئی خدا تعالیٰ آپکو اس سے بھی بڑھ کر استقامت بخشے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بار بار اپنے خطوط میں اپنی مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں مینے مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ اول ایک جلسہ عام علماء وغیرہ کا کر کے بعض شکوک اپنے تحریری طور پر پیش کیجئے اور اسی جلسہ میں تحریری طور پر آپ کو جواب دیا جاوے گا اور وہ دونوں تحریریں عام لوگوں کو سنا دی جائیں گی

اگر یہ طریق شافی و کافی نہیں ہوگا تو پھر آپ اشاعۃ السنہ میں درج کریں بالمواجہ گفتگو میں ایک خاص برکات ہوتے ہیں جو اُس مخالفانہ تحریر میں ایک رباق الہام کا مخالف ہرگز نہیں پا سکتا جو ایک گوشہ میں بیٹھکر کوسے کیطرفہ تحریر کرنا چاہتا ہے لیکن مولوی محمد حسین صاحب ایسے جلسہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اپنے طور پر اپنی مخالفت عام طور پر مشہور کر رہے ہیں اور اب اشاعۃ السنہ میں اپنے خیالات کو تحریر کرنا چاہتے ہیں اس عاجز نے محض للہ بہت سمجھایا کہ آپ بمقام امرتسر علماء کے جلسہ میں تحریری طور پر مجھ سے گفتگو کریں شاید خدا تعالیٰ آپ کے دل کو راستی کیطرف پھیر دیوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن ابتک انھوں نے قبول نہیں کیا آج پھر اس عاجز نے خط لکھا ہے رسالہ ازالہ اوہام شاید میں ۲ ن تک چھپ جاوے بیس جزو کے قریب ہوگا انشاء اللہ القدیر چھپنے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجوں گا اگر آنمکرم کے پاس وہ کاغذات پہونچے ہوں جو مولوی عبد الجبار صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے لکھے ہیں تو مہربانی فرماکر ارسال فرمادیں والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء

وَلَهُ اَیضًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہونچا جزاکم اللہ خیرا من ینصر اللہ ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مؤلفہ مولوی عبد الکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہونچگیا یا نہیں اگر نہیں پہونچا تو یہ عاجز بھیجدیوے کارڈ واپس ارسال خدمت ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے تار بھیجکر مباحثہ چاہا جب اسطرف سے طیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہونچ گئے ہونگے باقی سب خیریت ہے والسلام

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۷ اپریل ۱۸۹۱ء

انتظار کرو - ایڈیٹر

تبلیغ رسالت شائع ہونی

دفتر الحکم کی موجودہ ...

حضرۃ حکیم الامۃ کے ارشادات

اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے امور کا نام قرآن شریف میں لھو ہے پس مومن کا کام یہ ہے کہ جس کام سے جن مکانات میں جس لباس سے جس خوراک سے جس مجلس میں بیٹھنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ سے غفلت پیدا ہو اس سے ہجرت کرے اور یہی اُسکا علاج ہے۔

ایک دوزخ رزائل اخلاق سے پیدا ہوتا ہے اس سے بچنے کی تدبیر اخلاق فاضلہ کا اختیار کرنا ہے اور رزائل کا ترک۔

ایک دوزخ امور معاشرت میں بے اعتدالی اور قصور سے پیدا ہوتا ہے اصلاح معاشرت اس سے بچا لیتی ہے۔

ایک دوزخ انسان کی تمدنی حالت کے نقائص اور کمزوریوں سے پیدا ہوتا ہے اور اسکی اصلاح اس دوزخ سے بچا لیتی ہے

خویش و اقارب سے بدسلوکی کا دوزخ صلہ رحمی سے دور ہوجاتا ہے حکام وقت کے احکام کی نافرمانی ایک دوزخ پیدا کرتی ہے جو اصول سیاست کی ماتحتی سے ہٹ جاتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر دوزخ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا علاج اوامر و نواہی الٰہی کی پابندی ہے۔

پس جس جس قسم کی دوزخ میں انسان ہو اسکی اصلاح اس دوزخ سے بچا لیتی ہے

فریق مخالف کے مُنہ سے امر حق کے نکلوانے کا یہ طریق یاد رکھو کہ اسکے دعوے کو بار بار اسکی زبان سے دہراؤ۔ آخر کبھی اُسکے مُنہ سے امر حق نکل آئیگا

دلائل کے اقسام تین قسم ہیں استقرا۔ مثال۔ برہان۔ قرآن شریف اگرچہ ان اقسام دلائل سے کام لیتا ہے لیکن زیادہ تر قرآن کریم استدلال بالاولیٰ سے کام لیتا ہے جو سب سے بڑھکر اور روشن طریق دلائل کا ہے مثلاً شرک کے رد میں فرماتا ہے وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ اب صاف ظاہر ہے کہ خادم تو مخدوم بھی نہیں ہوسکتا پھر معبود کسطرح ہوسکتا ہے۔

کسیکی حالت بد کو دیکھکر اُسکو حقیر کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ دعا کرو کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا

اِبْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا ورنہ یاد رکھو کہ انسان نہیں مرتا جب تک اس مصیبت میں خود مبتلا نہ ہولے۔

علاج اور تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو ایجادی ہوتی ہے اس کے مجرب ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہوتی کبھی مفید اور اکثر مضر ثابت ہوتی ہے لیکن جو مجرب ہو وہ یقیناً مفید ہوتی ہے اسی طرح بعض لوگوں نے خود ساختہ تعلیمات مقرر کرلی ہیں اور وہ مضر ہیں۔ سچی تعلیم وہی ہے جو مجرب اور آزمودہ ہو اور اسے قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔

رضاء الٰہی حاصل کرنے کا ایک نسخہ میں بتاتا ہوں اول زبان عرب سے آگاہی پیدا کرو تاکہ قرآن شریف کی سمجھ حاصل ہو۔ پھر قرآن شریف کے احکام کے سمجھنے کے واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آگاہی حاصل کرنا۔ بعد ازاں کسی مزکی کے پاس رہنا کونوا مع الصادقین پر عمل کرنا۔

عام طور پر مشاہدہ سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ذاکرین ہمیشہ فضول گو لوگوں کی نسبت مضبوط ہوتے ہیں۔

قربانیاں کیوں ہوتی ہیں؟ تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدۃ پر انسان کو یقین ہوجائے اور ہر طرح سے عزیز سے عزیز چیز کی قربانی کرکے ثابت ہوجاوے کہ ان سب سے پیارا اور مقصود بالذات خدا ہی ہے اسپر اپنا سب کچھ قربان کرکے دکھا دینا ہی سچی بہادری اور صداقت ہے۔

باطل وہ امر ہوتا ہے جسپر نہ کچھ عذاب ہو اور نہ ثواب نہ وہ امر مفید ہو نہ مضر نہ اس سے آرام ہو نہ تکلیف پس ہر ایک کام میں اسکو بطور میزان بنالو

گناہ سے مراد ہر وہ امر ہے جو عام مجالس میں کئے ہوئے مضائقہ کیا جاوے جو کام لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کرکے کیا جاوے اور پھر اُن کے کرنے سے کنارہ کشی کرنی پڑے۔

تلافی مافات

کے لئے ۳ جون ۱۰ و ۱۷ جولائی کا الحکم یکجا روانہ ہوا ہے [illegible] جبتک کمی پوری نہ ہو الحکم ۲ صفحہ کا شایع ہوگا

ایڈیٹر

ایک سکھ صاحب نے آریہ مذہب کیسے چھوڑا

(انہی اپنی تحریر کے موافق)

جناب ایڈیٹر صاحب کرمفرمائے بندہ - آداب نیاز مندرجہ ذیل مضمون کو اپنے پرچہ الحکم میں رقم فرما کر مشکور فرماویں۔

میں بچپن سے سکھ مذہب کا پیرو کار تھا اور میرے والدین بھی سکھ ہیں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا اور گھر کی چار دیواری سے پاؤں باہر نکالا تو مجھے آریہ مذہب کا شوق دامنگیر ہوا میرے شوق نے مجھے مجبوراً سماجی بنا دیا۔ بعد ازاں میں ٹریننگ کالج لاہور میں تعلیم پانے گیا لاہور چونکہ آریہ مت کا مرکز ہے اسواسطے یہاں مجھے بہت عمدہ موقع آریہ سماج کے اصولوں پر عمل کرنے کا ملا - چنانچہ میں اس کے بعد برابر تین سال تک صدق دل سے آریہ سماج کے اصولوں کا پابند رہا اور چندے وغیرہ بھی دیتا رہا - بلکہ ایک دو سماج کا ممبر بھی رہا۔ اس اثنا میں میں نے معلوم کیا کہ آریہ صاحبان کے اقوال وافعال میں زمین و آسمان کا فرق ہے - از انجملہ مسئلہ نیوگ ہے جسکی صداقت معلوم کرنے کے لیے میں نے متواتر دو سال کوشش کی - اور کئی آریہ بھائیوں سے اس امر کا تذکرہ بھی ہوتا رہا لیکن کہیں سے تشفی دہ جواب نہ ملا - اکثروں نے انکار کیا - بعض نے غلط بیانی سے ٹالدیا۔ اب میرے شبہات بوجہ مذکورہ امور کے اور بھی قوی ہوگئے۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ دنیا کے مذاہب نے کوئی اصول اس قسم کا نہیں رکھا - جس پر اہل مذہب عملدرآمد نہ کرتے ہوں سوائے آریوں کے مسئلہ نیوگ کے - کیونکہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے آریہ صاحبان اولاد نرینہ کو ترستے ترستے چونڈا سفید کر بیٹھے - اور کئی بے اولاد دائم المریض ہیں - کئی عرصہ دراز تک پردیس میں گذار دیتے ہیں لیکن مسئلہ نیوگ پر بالکل عمل نہیں کرتے شاید شرم کی وجہ سے - کیونکہ اگر عورت کو کہیں کہ نیوگ کراؤ تو وہ با عصمت بیوی اپنی شرم و حیا کو مدنظر رکھکر اپنے خاوند کو صلواتیں سناتی ہے اور آریہ بھائی اپنا سا منہ لیکر رہ جاتے ہیں - اب بہا تیر تو ستیارتھ پرکاش کا نوشتہ کام نہ آیا - اس سے تو بہتر ہے کہ آریہ مت کو ہی ڈنڈوت کیا جاوے -

صاحبان - جب کبھی آریہ لیکچراروں کا مسئلہ نیوگ کی فلاسفی کو بڑے نعرے سے بیان کرنا یاد آتا ہے تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ یہ مسئلہ ہاتھی کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے اور کا مصداق ہے۔

میں آریہ بھائیوں سے استفسار کرتا ہوں کہ آپ صاحبوں میں سے کسی نے سوامی جی کی اس ہدایت پر عملدرآمد کیا بھی ہے یا نہیں - اگر کیا ہے تو مہربانی کرکے **نیوگ کنندگان و کنانندگان اور نیوگ دادگان اور نئے نیوگ کرانے کے خواہشمندوں کی ایک مکمل فہرست** ست دھرم پرچارک یا آریہ مسافر میگزین میں مشتہر فرمائی جاوے کیونکہ **سوامی جی** کا فرمان ہے کہ جیسے بیاہ علانیہ ہوتا ہے ویسے ہی **نیوگ** بھی علانیہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ **نیوگ کا روکنا بڑا گناہ ہے** اور آجکل آریہ صاحبان کو نیوگ کی مذکورہ وجہات کے سبب ضرورت بھی اشد معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ مسئلہ قابل نہیں ہے تو بہتر ہے کہ ستیارتھ پرکاش کی جہاں اتنی دفعہ ترمیم ہو چکی ہے ایک دفعہ اور بھی از سر نو ترمیم فرما کر اس کلنک کے ٹیکے کو پیشانی سے مٹایا جاوے کیونکہ یہ خاردار اور بے ثمر جھاڑی سوائے عزت و ناموس کے کپڑوں کو پھاڑنے کے اور کوئی پھل نہ دے گی۔ یاد رہے کہ جبتک اس عزت کش مسئلہ کو آریہ مت سے نکالا نہ جاویگا۔ کبھی آریوں کا مخالفوں کے سامنے خم ٹھوک کر کھڑے ہونے کی جرأت نہ ہوگی۔ ہاں اگر ڈھیٹھ بائیدپور پر عمل ہے تو آپ کی مرضی۔

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

(باقی آیندہ)

نوٹ اس سے پیشتر میرے ایک احمدی دوست نے میرے ہی مشورہ سے ایڈیٹر صاحب آریہ مسافر میگزین سے اسی مضمون کا استفسار کیا تھا۔ جس کا جواب آجتک نہ آیا۔ اسلیے بذریعہ پرچہ الحکم یہ مضمون شائع کرکے آریہ صاحبان سے باادب ایساہی استفسار کیا جاتا ہے امید ہے کہ جواب سے ممنون فرماوینگے۔ میں حلفاً عرض کرتا ہوں کہ میں آریہ خیالات کا ہوں لیکن مسئلہ نیوگ اور روح اور مادہ کی انادیت کا قائل نہیں ہوں - الراقم ایک آریہ تجربہ کار نامہ نگار

سوہن سنگھ از قلعہ دیدار سنگھ

دعاء کامل کی شناخت

اس خطبہ کا خلاصہ ایڈیٹر کے الفاظ میں جو ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی عظیم الشان دعا جو ہمکو سکھائی ہے اسکی نظیر کسی دین اور مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ دنیا کے مختلف مذاہب کے ہادیوں اور بانیوں نے اپنی اپنی جگہ اپنی قوم کو جو دعائیں سکھائی ہیں وہ اس دعا کے مقابل جو ہمارے ہادی کامل صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ملی ہے کوئی ہستی نہیں رکھتی ہیں اور ان دعاؤں کا تو ذکر ہی کیا ہے جو لوگوں نے خود بنائی ہیں۔

وہ دعا جو ہمکو سکھائی گئی ہے وہ سورہ فاتحہ کی دعا ہے۔ اس دعا کا دوسری ساری دعاؤں سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دعا بجز اسکے انسان کی عبودیت کاملہ اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے حقیقی اور واقعی منشاء کے اظہار کے لیے کافی نہیں ہے

دعا کی خوبی اور اُسکا کمال یہ ہے کہ اس میں تین باتیں ہوں اول اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا کی جاوے جو اسکی شان کے شایاں اور سزاوار ہے اور پھر مدح و ثنا ایسی ہو کہ عبودیت کے ساتھ اسکا کامل تعلق ہو جو کچھ انسان منہ سے نکالے وہ ایسے الفاظ ہوں کہ مادح کے دل پر پورا اثر ڈالنے والے ہوں۔ اور ایسا گہرا نقش پیدا کریں کہ اسوقت وہ نئی پیدائش کا موجب ہو سکیں۔ دوسرا مقصد کامل دعا کا یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام منافع اور مفاد کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

اور سوم اس دعا میں تمام ضرورتوں سے بچنے کی التجا ہو جو دنیا اور آخرۃ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس دعا میں ان تینوں باتوں کو جمع کر لیا ہے۔ الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کی ہے کہ اس سے بہتر تو کیا مانند بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اھدنا الصراط المستقیم سے لیکر صراط الذین انعمت علیھم تک وہ کلما مانگی ہے جسپر چلکر ہر قسم کی دینی اور دنیوی بھلائیاں اور مفاد حاصل ہوتے ہیں یہ وہ راہ ہے جسپر چلکر ایک قوم برگزیدہ ہو گئی۔ یہ وہ راہ ہے جو تجربہ شدہ ہے جسنے ایک قوم کو منزل مقصود پر پہونچا دیا - صراط الذین انعمت علیھم سے ہوتا ہے کہ جسقدر راستباز دنیا میں

پہلے آتے ہیں وہ اسی راہ پر چلنے والے تھے اور وہ کامیاب ہوئے۔

غرض خدا کی حمد و ثنا کی کاملیت اور معاد طلبی کی جامعیت اسمیں موجود ہے اور پھر تیسرا حصہ کامل دعا کا یہ ہوتا ہے کہ سارے نقصانوں سے بچنے کی خواہش ہو۔ وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے پورا ہوتا ہے۔

یعنی ان تمام ضرروں روکوں اور رکاوٹوں سے پناہ مانگتے ہیں جو سچائی کی راہ میں پیدا ہو سکتی ہیں۔

میرا مقصد اسوقت ان تمام باتوں پر بالتفصیل گفتگو کرنے کا نہیں ہے کیونکہ خطبہ اسکا متحمل نہیں ہو سکتا بلکہ ایک امر کا تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ذکر کرنا ہے۔

یاد رکھو انسان کبھی کسی کام کے کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا جبتک یقیناً اسے معلوم نہ ہو کہ اسمیں یہ منفعت ہے۔ لیکن جب یقینی طور پر معلوم ہو جاوے کہ یہ سڑک ثابت شدہ حقیقت ہے اور اسپر چلنے والے کامیاب ہوئے ہیں تو اس سے بڑھ کر ترغیب دینے والی بات کیا ہوگی؟ چنانچہ دیکھلو کہ جس قدر راستباز دنیا میں آئے ہیں ان سب کی یہی راہ تھی اور وہ کامیاب اور بامراد ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا سکھائی تو دکھا دیا کہ آدم سے لیکر مسیح تک جس قدر نبی دنیا میں آئے ہیں وہ اس راہ پر چلکر مظفر و منصور ہوئے ہیں اور میرا کامیاب ہونا اور میرے دشمنوں کا نامراد رہنا اس راہ کی حقیقت پر گواہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ آپکے دشمن ناکام اور آپ کامیاب ہوئے یہی وجہ تھی کہ آپکے دو نام اللہ تعالیٰ نے رکھے ایک بشیر دوسرا نذیر۔ بشیر خوشخبری دینے والا ان لوگوں کو جو آپکے متبع تھے اور نذیر مخالفوں کو ڈرانے والا۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ نام کیسی چمک دمک سے ظاہر ہوئے۔ جو دشمن آپکے بالمقابل ہوئے خواہ وہ مکہ کے کفار تھے یا غسان کے عیسائی خواہ ایرانی خواہ رومی۔ غرض یہودی بت پرست جو مقابلہ کے لیے آیا اسکو سخت ذلت اٹھانی پڑی۔ اور وہ لوگ جو صرف مذہب کے لیے ستائے گئے تھے باوجودیکہ بے سامان ہونے کے ان سرزمینوں اور املاک کے مالک ہوئے جو قیصر و کسریٰ کے قبضہ میں تھیں کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ غریب ابوبکر۔ عمر۔ عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین جو چھوٹی چھوٹی تجارت پر گذارہ کرنے والے تھے ایسے بامراد ہونگے؟ کہ قیصر و کسریٰ کے تختوں کو تختہ بنا دینگے اور باغات کے مالک ہونگے اور مکہ کی سرزمین اُن کے پاؤں کی جوتی ہوگی؟ مگر اب اس کو کون جھٹلا سکتا ہے؟

مجھے افسوس آتا ہے کہ کاش یورپ کی عیسائی قومیں یہ تنقیح نکالیں کہ خلیفۃ اللہ کے نشان کیا ہوتے ہیں؟ تو انکو صاف نظر آجاوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے خلیفہ برحق اور سچے مظہر ہیں۔

دیکھو اس وقت لارڈ کرزن وایسرائے ہند اور وہ قیصر ہند کا نائب ہے کیا کوئی اسکی بے ادبی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یا اس کا نام ہتک سے لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں فی الفور اسکو سزا دیجاوے کیونکہ جس کا وہ نائب اور خلیفہ ہے وہ ایک مقتدر شاہنشاہ ہے وہ انعام دیسکتا ہے اور عذاب دیسکتا ہے۔

پھر جو اللہ تعالیٰ کا مظہر اور خلیفہ ہو اسکی شناخت میں کیا مشکلات ہو سکتے ہیں۔ یاد رکھو خدا کا مظہر خلیفۃ اللہ ہوتا ہے وہ بشیر و نذیر ہوتے ہیں۔ اعدام وجود کی صفات کا ظہور ہوتا ہے وہ ایک قوم کو بود کرتے ہیں اور ایک کو نابود کرتے ہیں۔

یہ صفات اعلیٰ اور اکمل طور پر آنحضرت صلعم میں جلوہ گر ہوئی تھیں اور آپکی نبوۃ کے ثبوت کا ایک بین نشان تھیں جسنے دوسرے نبیوں کی نبوتوں کو بھی ثابت کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں خدا نے آنحضرت صلعم کے طفیل سے یہ نعمت اور فضل حضرت مسیح موعود پر کیا ہے اور اسکو بشیر و نذیر ناموں کے ساتھ بھیجا جیسے فرمایا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ اور اسکا اظہار ہو رہا ہے

غرض کامل دعا کے صفات سورۂ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں اور اسکا زندہ ثبوت اسوقت موجود ہے جو ہماری ترغیب کے لیے کافی ہے اسلیے ہمکو چاہیے کہ منعم علیہم کی راہ اختیار کریں وہ راہ جو آدم سے لیکر آنحضرت صلعم اور آپ سے لیکر حضرت مسیح موعود عم تک تجربہ شدہ راہ ہے۔ اور جسپر چلکر ایک قوم بود اور دوسری اسے چھوڑ کر نابود ہوتی ہے ہماری جماعت جسپر خدا تعالیٰ نے ظہور کیا ہے اسکو چاہیے کہ اس نعمت کی قدر کرے وہ اسکو اسطرح جیسے موسیٰ کی قوم کو کہا یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی الآیہ کہتا ہے کہ اے احمدیو کیسے انعام تمپر ہیں دنیا میں تم اپنی راستبازی اور تقویٰ وطہارۃ میں ایک نمونہ دکھاؤ۔ خدا تعالیٰ ہمکو اور تمکو سبکو توفیق دے

(آمین)

بیعت

اہلیہ بہنت خان صاحب وٹیزہ؟ - چھاؤنی پشاور
سید نادر علی شاہ صاحب نمبردار چیچی - ضلع گورداسپور
سید رفیق الدین صاحب - کٹک
سید نظام الدین صاحب " "
سید رئیس الدین صاحب " "
چراغ الدین صاحب - رہیدن ضلع جھنگ
والدہ احمد الدین صاحب - پنڈی چری، منٹگمری
فتح بی بی ہمشیرہ " " " "
مسماۃ روشنائی دختر " " " "
بی بی کرم بھری " " " "
اہلیہ " " " "
روشن دین صاحب " " " "
حسین بخش صاحب جمعدار ریلوے کانٹین صدر بازار میاں میر
نظام الدین صاحب - دھرمکوٹ رندہاوہ ضلع گورداسپور
عبداللہ خانصاحب لکڑی فروش صدر بازار سیالکوٹ
نبی بخش صاحب - ٹھیکہ معماران سیالکوٹ
محمد یاسین صاحب - پنڈی چری - منٹگمری
محمد یمین صاحب " "
بی بی اللہ بخشائی دختر محمد یمین صاحب
چودھری بوٹا خان صاحب دفعدار سنتھو کے ضلع سیالکوٹ
حافظ محمد بہاء الدینصاحب مدرس بیدنگر حیدر آباد
معراج الدین صاحب نرٹر گرای ڈاکخانہ
محمد اسمٰعیل صاحب - میانی گھارڈ
چمن خان صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ گلارڈی سمالی لینڈ۔
محمد نذیر صاحب " " " " "
نصیر احمد صاحب ولد محمد یوسف صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین کمسریٹ کوہ جکروتہ
عبدالکریم صاحب طالب العلم بورڈ سکول سیالکوٹ
اللہ رکھا صاحب طالب العلم " "
عبدالقیوم صاحب پٹواری نہر
گل محمد صاحب چوکیدار گرجا گھر کوہ مری
مولوی نیاز محمد صاحب مدرس میانی لاہور
غلام رسول صاحب گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور
الٰہی بخش صاحب - ڈنگہ ضلع گجرات
رحمت اللہ صاحب - راہوں " جالندھر
عبداللہ صاحب " "
محمد حیات صاحب - بھڑی شاہ رحمٰن " گوجرانوالہ
غلام محمد صاحب کیانہ " گجرات

انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

وید۔ بدھ۔ وام مارگ اور نیوگ

لاہور کی کلچر ڈ آریہ سماج کا آرگن آریہ گزٹ اپنے ایک ریمارک میں لکھتا ہے کہ "آریہ ورت کے زمانہ تنزل کے مشہور ریفارمر دمیں سے مہاتما بدھ ایک مشہور ریفارمر ہوئے ہیں جنھوں نے وام مارگ کی مہان اندھیاری راتری (شب تار) میں جنم لیکر ایک غیر معمولی تپ کے لپٹیات اپنے خیالات کے پرچار کا کام آرمبھ کیا اور وام مارگ کی نہایت درجہ کی فحش اور غلط تعلیم کے اثر سے بھارت نواسیوں کو بچا کر انکو نفس کشی اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی اور چونکہ اس سمے وام مارگ کی ناپاک تعلیم کو ویدوں سے منسوب کیا جاتا تھا اسلیے مہاتما بدھ نے مصلحت وقت دیکھکر یہ مناسب سمجھا کہ جب تک ان لوگوں کو **ویدوں سے علحدہ نہیں کیا جاوے گا اس سمے تک میری اصلاح کا کام ہرگز مکمل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی یہ لوگ ویدوں کو اپنا پستک مانتے ہوئی میری تعلیم پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہوں گے۔"**

آریہ گزٹ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح ویدکے ماتھے پر سے کلنک کے ٹیکہ کو دور کرے جو وام مارگ کی ناپاک تعلیم کا لگا ہوا ہے۔ مگر یہ کوشش بیسود اور محض بیہودہ ہے دراصل بودھ کو اس امر کی پڑتال اور تحقیقات کا خوب موقعہ حاصل تھا کہ وہ دریافت کرے کہ آیا یہ ناپاک اور فحش تعلیم ویدوں سے نکلی ہے یا نہیں؟ اور اسنے تحقیق کر لیا تھا کہ یہ گندی تعلیم فی الحقیقت ویدوں ہی کی تعلیم کا کرشمہ ہے ورنہ وہ کبھی یہ نہ کہتا

کہ جبتک ان لوگوں کو ویدوں سے علحدہ نہیں کیا جاویگا۔ اس سمے تک میری اصلاح کا کام ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا

آریہ گزٹ وام مارگ کی تعلیم کو تو کہتا ہے کہ ویدوں میں نہیں حالانکہ **مہاتما بدھ** اسی نتیجہ پر پہونچا ہوا تھا۔ مگر ہم آریہ گزٹ سے پوچھتے ہیں کہ کیا **نیوگ کی تعلیم** بھی ویدوں میں نہیں؟ اور اگر خدانخواستہ اس تعلیم پر عملدر آمد شروع ہوجاوے تو وہ زمانہ **وام مارگ کی شب تار سے بھی بڑھ کر خطرناک تاریک ہوگا۔**

اُسوقت معلوم ہوگا کہ کیا اس تاریکی سے نجات بجز ویدوں کے چھوڑنے کے ممکن ہوسکتی ہے؟ حقیقت میں نیوگ جیسے حیاسوز اور غیرت کُش مسئلہ کے ہوتے ہوئے آریہ سماج اخلاقی تعلیم دینے سے بالکل قاصر ٹھہرتا ہے اور جب جب لوگ ویدوں کو پڑھنے لگیں گے تو وہ خودبخود انھیں نتائج پر پہونچیں گے جن پر **مہاتما بُدھ** پہونچا تھا اور یہ آریہ سماج کے لیے ایک سرٹیفکٹ ہے۔

کیا آریہ سماج میں واقعی نیوگ ہونے لگا ہے

آریہ گزٹ اور پنجاب سماچار میں مندرجہ ذیل خبر نہایت تعجب اور حیرت سے پڑھی گئی ہے۔

آریہ سماج میں نیوگ کی پہلی عملی مثال

آریہ سماج پر اعتراض کیا جاتا تھا کہ وہ نیوگ کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اسکی تعمیل کی جراءت اسے خود کبھی نہیں ہوتی ہے۔ آیندہ اُمید ہے کہ یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ایٹ آباد آریہ سماج میں ایک بال بدھوا کا نیوگ ہوا۔ لالہ بھگوان کپور کتب فروش ایبٹ آباد نے آریہ سماج کے پردھان سیٹھ جیہڑ لعل جی سے آکر کہا کہ میری بھاوج کا منشا نیوگ کرنے کا ہے جسپر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ استری بیشک اپنی خوشی سے اپنے دیور کے ساتھ بموجب ویدک رتی نیوگ واسطے اولاد اُتپتی کے لیے کرنے کو تیار ہے اور نیوگ کے نیم جو اسکو بتلائے گئے پالن کرنے کو سویکار کرتی ہے لڑکی کی عمر قریبا ۲۲ برس اور لڑکے کی عمر ۳۰ سال ہے۔ لڑکی کو بیوہ ہوئے قریبا آٹھ برس ہوچکے ہیں۔ اُسوقت شہر میں نوٹس دیا گیا اور آریہ سماج مندر میں ہون ہونے لگا اتنے میں لڑکا اور لڑکی آپہونچے اور لوگ جوق جوق سماج مندر میں آنے شروع ہوئے۔ لڑکی کو سماج مندر کے اوپر بٹھایا گیا جہاں بہت سی استریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ٹھیک ۳ بجے کارروائی ہون شروع ہوئی اور پنڈت فقیر چند جی اور رائے شونا تھ جی اگزیکٹو انجنیر شامل سنسکار ہوئے۔ رائے صاحب نے سنسکار کرانے میں پنڈت فقیر چند کو مدد دی۔ اور لڑکی اور لڑکے کو نیم پالن کرنیکی ہدایت کی کارروائی جلسہ تقریبا $\frac{1}{2}$ ۵ بجے ختم ہوئی۔ ڈاکٹر شنکر داس نے لڑکی اور لڑکے کو اپدیش کیا۔ اور کہا اس اتم سنسکار کے نہ ہونے سے ہمارے دیش کی ہانی ہو رہی ہے۔ سب لوگ جو شامل سنسکار ہوئے تھے انکا حلوے سے سنسکار کیا گیا۔

ہم اس مضمون کا عنوان پڑھ کر بہت خوش ہوئے تھے کہ آریہ سماج نے آخر نیوگ کے کرانے کی مہر تو توڑی اور سلسلہ نیوگ تو شروع کیا لیکن جب کُل مضمون پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو بیاہ کے حکم سے جو ہیا پیدا ہوئی۔ نیوگ کی مثال عملی تو ایسی نظیر سے شروع ہونی چاہیے تھی جبکہ ایک خاوند اپنی استری کو کسی دوسرے آدمی سے اولاد لینے کی اجازت دیتا + ماں اُمید کی جاتی ہے کہ اگر آریہ سماج کی کوشش اور محنت کا سلسلہ برابر جاری رہا تو بہت جلد کوئی ایسی نظیر بھی پبلک کے سامنے آہی جاوے گی اور جب تک ہر قسم کے نیوگ کی جو ستیارتھ پرکاش میں درج ہے ایک ایک عملی مثال نہ ہو کچھہ فائدہ نہیں اور آریہ سماج مبارکباد کے قابل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ تو گونہ افسوسناک بات ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نیوگ جو مشتہر کیا گیا ہے اس کے ذریعہ کتنی اولادیں لینی مقصود ہیں؟ کیا ایک یا ایک سے زیادہ اور کسقدر عرصہ تک اولاد کے لیے انتظار کیا جاوے گا؟ اور اگر خدانخواستہ ایک یا دو سال تک جیسی صورت ہو اولاد نہ ہوئی تو پھر کسی اور سے نیوگ کرایا جاویگا یا نہیں؟ اور یہ تعلق نیوگ کا کسی خاص وقت تک ہے یا دوامی؟ ہم کچھہ اور سوالات بھی آریہ سماج سے اسی نیوگ کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں مگر ان سوالوں کے جواب ملجانے پر اس سلسلہ کو وسیع طور پر لکھہ سکیں گے ہم امید کرتے ہیں کہ آریہ سماج ان سوالات کا جواب دینے میں کسی قسم کی شرم محسوس نہ کریگی بلکہ آزادی اور دلیری سے جواب دے گی شل مشہور ہے کہ شرع میں شرم کیسی۔

مسٹر مکالف اور سکھ دھرم

مسٹر مکالف (جنھوں نے گرنتھ صاحب کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے اور جو خالصہ قوم کے بڑے سرگرم محب اور خیر خواہ ہیں اور خالصہ کمیونٹی بھی انکو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے) نے شملہ پر ہز آنر جناب لفٹنٹ گورنر سر چارلس ریواز کی سرپرستی میں سکھ ازم پر ایک لیکچر دیا ہے جس میں انھوں نے بیان کیا کہ "میں اس مضمون پر ایک اور عام غلطی کی طرف اشارہ کرتا ہوں عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ سکھ لوگوں کو گائے کے گوشت سے پرہیز کرنا لازمی ہے سکھوں کے دونوں گرنتھ اور ان کے دیگر دھرم پستک اس مضمون پر بالکل خاموش ہیں سکھوں نے بہت سے ہندو رواجوں کو اختیار کر لیا اور **گائے کے گوشت کی ممانعت بھی ان میں ہی شامل ہے** یہ گویا کہ دھرم کا ایک بڑا سدھانت بنگیا جو کہ سکھوں کی ایک گری ہوئی شاخ ہیں آپ میں سے کتنوں کو یاد ہوگا کہ اسی غلط خیال کے سبب سے کوکوں نے امرت سر میں کئی بوچڑوں کو قتل کر ڈالا تھا سکھوں کو کسی **قسم** کے گوشت سے پرہیز **کرنا لازمی نہیں سوائے اسکے جو کھانے کے لائق نہ ہوگا**" مسٹر مکالف کی اس تقریر نے آریہ سماج کو حیران کیا ہے سکھوں نے جو اس مجمع میں موجود تھے جہاں تک اخبارات سے پتہ ملتا ہے مسٹر مکالف کے اس بیان کی غالباً کوئی تردید نہیں کی اور چونکہ مسٹر مکالف نے گرنتھ صاحب اور سکھ ازم کی مذہبی کتابوں کی بنا پر اپنے لیکچر میں یہ راز کھولا ہے اس لیے ممکن نہیں کہ انکی کوئی تردید ہو سکے یہ ترقی کا زمانہ ہے اور سائنس اور آزادی کا وقت۔ مذاہب کی حقیقت کھل رہی ہے اور انکو اپنی کرکٹر لا رہی ہے۔

آریہ گزٹ کا ایڈیٹر لیکچر کے ان فقرات پر بدحواس ہو کر سکھوں کو ابھارتا اور جوش دلاتا ہے کہ وہ گئو ماتا کے لیے پرانوں کو ہاتھوں پر لیے کھڑے ہیں۔ سکھ اپنے گرنتھ صاحب اور مذہب کو آریہ گزٹ کی بیہودہ خوشامد کے لیے نہیں چھوڑ سکتے۔ اور اگر مسٹر مکالف کی رائے جیسا وہ بیان کرتے ہیں گرنتھ صاحب اور سکھ ازم کی مذہبی کتابوں پر مبنی ہے تو آریہ گزٹ ساری عمر چلاتا رہے خالصہ قوم اسکی پرواہ نہ کریگی۔ لیکن اگر مسٹر مکالف کا بیان صحیح نہیں تو پھر آریہ گزٹ کی خوشامد اور انکو جوش دلانا محض بیسود ہے بہر حال سکھوں کا فرض ہوگا کہ اس معاملہ کو اپنی مذہبی کتب کی سند پر صاف کردیں۔

حضرت مسیح موعود کے دعوے کی تصدیق ایک کشفی شہادۃ سے

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے دلائل روز روشن کی طرح کھل گئے ہیں اور اب اصل میں کوئی حجاب اور خفا آپ کے دعوے کے متعلق رہا نہیں کور باطنوں کی اپنی بدقسمتی اور شومی اعمال ہے جو انھیں نظر نہیں آتا۔ حضرت حجۃ اللہ کی تائید اور تصدیق کے مختلف دلائل اور نشانات میں منجملہ ان کے اہل کشف کے کشوف اور الہامات ہیں ہزاروں آدمی اس قسم کے ہیں جو بذریعہ رویا صالحہ زمرہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں وقتاً فوقتاً بہت سے رویا صالحہ ہم الحکم میں درج کرتے رہے ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ کو عرصہ دراز گذرا الہام ہوا تھا

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ

تیری نصرت وہ مردان خدا کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی بھیجیں گے

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی نصرت اس پاک وحی اور اعلام الٰہی کے موافق مختلف رنگوں میں ہو رہی ہے اور یہ بھی ایک صورت نصرت کی ہے جو آپ کی تصدیق بذریعہ کشوف و الہامات ہو رہی ہے یہانتک کہ بعض بڑے بڑے اکابر آپ کی تصدیق کر چکے ہیں جیسے **پیر صاحب العلم** جو علاقہ گجرات میں ایک کثیر التعداد جماعت کے پیشوا ہیں ایسا ہی وہ کشف جو حضرت **گلاب شاہ مجذوب** کا میاں کریم بخش صاحب مرحوم نے بیان کیا تھا اور ایسا ہی **پیر کوٹھہ والے** کی شہادت۔ غرض بیسیوں ایسے کشوف اور رویائے صالحہ ہیں اب بلوچستان سے ایک کشفی شہادت پہونچی ہے جسکو ہم ذیل میں محض اس لیے درج کرتے ہیں کہ شاید کسی سعید الفطرت کو اس سے فائدہ پہونچے۔ ایڈیٹر

اور وہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مخدومنا و مولانا عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علاقہ نیابت بھاگ میں حضرت **فقیر صاحب** **میاں محمود** کے صاحب کشف اور بزرگ ہونے کی نسبت عام شہرہ تھا اور سندھ و بلوچستان کے مختلف مقامات کے لوگ اسی وجہ سے آپ کی زیارت کے لیے آیا کرتے ہیں ان کے چند ایک ملنے والوں کی طرف سے خواہش کی گئی کہ میں فقیر صاحب موصوف سے ملاقات کروں۔ الا کوئی مناسب موقعہ ہاتھ نہیں آتا تھا۔ حال میں بتقریب دورہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کو جب میں شہر فقیر صاحب سے چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام میں پہنچا تو مجھے بتلایا گیا کہ جو ارادہ کیا جائے **فقیر صاحب** بروئے کشف اس سے اطلاع پاکر خود بخود بتلا دیتے ہیں۔ مجھے **فقیر صاحب** کی ملاقات کا پیشتر سے اشتیاق تھا مگر میں یہ سوچتا تھا کہ کس مدعا پر آپ کی ملاقات کی جائے۔

حضور پاک **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر تو میں پیشتر سے ہی علیٰ وجہ البصیرت ایمان لا چکا ہوں اور اب اس میں کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی اور نہ ہے۔ اور اس خیال سے کہ اگر ایسے بزرگ اور صاحب کشف کی شہادۃ کشفی حضور ممدوح عم کی صداقت دعوے پر مل جائے تو منکرین پر حجت ہونے کے علاوہ کیا عجب کہ بہتوں کے راہ راست پر آنے کا باعث ہو۔ میں نے دل میں ٹھانا کہ فقیر صاحب حضور مسیح موعود عم کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کی نسبت کشفی شہادت سے کیا بتلا سکتے ہیں اور میرا اپنا کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس ارادہ کو بطور سوال دل میں ٹھانے ہوئے جب میں فقیر صاحب کے مہمان خانہ میں پہونچا تو میری آمد کی اطلاع پاکر بر دستور ملکی مزاج پرسی کے لیے فقیر صاحب نے اپنے بیٹے **صاحبزادہ محب الغفور** کو جو قریباً تیس سال کے ہونگے بھیجدیا۔ بعد ادائے مزاج پرسی میں نے خواہش کی کہ میں خود مکان کے اندر جاکر جہاں کہ فقیر صاحب تشریف رکھتے تھے فقیر صاحب سے شرف ملاقات حاصل کروں لیکن فقیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ آپ خود باہر آتے ہیں۔ چنانچہ ایک ساعت بعد آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے جسکو چھ آدمیوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا تشریف لائے۔ آپکی عمر قریباً ایک سو برس کی ہے۔ بباعث ضعف پیری و تقاضائے عمر آپکے ہاتھ پاؤں رعشہ سے کانپتے تھے۔ ریش بالکل سفید اور چہرہ نورانی تھا۔ حواس خمسہ بالکل درست اور بجا تھے اور گفتگو معقولیت سے فرماتے تھے مذہب میں اہل سنت جماعت و فرقہ قادریہ کے پابند ہیں۔

[illegible] گفتگو میں جو محبت سے ملکی زمیوں کے ساتھ کر ہوتے۔ آپ نے محبت سے استفسار کیا کہ کیا آپ حضرت عیسیٰ (مرزا غلام احمد) کے مرید ہیں۔ جس کا جواب اثبات میں ملنے پر آپ نے اپنا وہ قصہ اور حالات برملا بیان فرمائے جسکو آپ کے صاحبزادہ فقیر عبد الغفور نے قلم بند کیا جو بلف اس کے خدمت میں بھیجتا ہوں بیان [illegible] احمد سلطان جنکا ذکر اس شہادت قلم بند شدہ میں ہے نہایت مشہور صاحب کشف و ولی اللہ ہو گذرے ہیں اور چند سال سے وفات پاچکے ہیں۔ فقیر صاحب حضور مرزا صاحب کے حلیے اور دیگر حالات متعلقہ کی نسبت ایک گھنٹہ تک جبتک کہ آپ تشریف فرما رہے۔ ذکر اور استفسار فرماتے رہے۔ جوں جوں میں حضور ممدوح کی زندگی کے پاک حالات بیان کرتا تھا آپ نہایت ہی مسرت سے سنتے اور خوش ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ روانہ ہونے کے وقت آپ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں نے اس دار فانی کے چھوڑنے سے پہلے حضور مسیح موعود کا نام [illegible] پا لیا اگر [illegible] آپکی زیارت [illegible] [illegible] [illegible] کہکر اندر تشریف لے گئے [illegible] گفتگو میں مجھ کچھ دریافت کرنے کا بہت کم موقع دیا اور [illegible] دیگر حالات حضور مسیح موعود کی نسبت [illegible] دریافت فرماتے رہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] مشتاقہ [illegible]

[illegible] کہ فقیر صاحب میاں محمود کی [illegible] کے ساتھ [illegible] نماز کے پابند ہیں اس غرض سے خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں کہ تبلیغ حق کی غرض سے درج اخبار کرایا جاوے تاکہ اب تک جنکو قبول حق کا موقع نہیں ملا وہ بھی اس سے استفادہ حاصل کریں اور شکر یہ پر حجت تمام ہو۔ میاں محمود صاحب کا خاندان فقیر صاحب کے نام سے مشہور چلا آتا ہے اور اب یہ آپکا خاندانی لقب ہو گیا ہے۔ آپ باعتبار ثروت معقول زمیندارہ رکھتے ہیں۔ اور سندھ و بلوچستان میں آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک بتلائی گئی ہے اور لوگ آپ کے ولی اللہ اور صاحب

کشف ہونے [illegible] بہت اعتقاد [illegible] سے آپ کی زیارت کے لیے [illegible]

والسلام۔

راقم حضور مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ناچیز خادم خاکسار نذیر حسین۔ انچارج تحصیلدار بھاگ بلوچستان۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۳ء

فقیر صاحب کی شہادت

خدا عز و جل را حاضر و ناظر دانستہ بغرض اظہار صداقت و بطور ادائے شہادت تحریر می نمایم کہ بموجودگی من امروز بالمشافہ قاضی نذیر حسین تحصیلدار صاحب فقیر صاحب میاں محمود احوال بیان نمودہ کہ چہارم سال میشود کہ ایجاد [illegible] عوام الناس قصہ مشہور شدہ کہ در پنجاب مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ پیدا شدہ در ضمیر فقیر خیال افتادہ کہ الحمد للہ خداوند تعالے عجیب الشان ظاہر کردہ الا طاقتی بنمود کہ از بارگاہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دریافت [illegible] [illegible] شب بابہ خیال [illegible] در خواب رفتہ کہ ناگاہ مرشدی میاں [illegible] احمد سلطان در خواب آمدہ فرمود کہ [illegible] همراہ [illegible] بیا بازیارت [illegible] حالا تمام شدہ ثانی نداری و از بے دلی زیادتی پذیرد [illegible] [illegible] [illegible] همرہ حضرت عیسیٰ مرزا غلام احمد را دیدم کہ ریش متصل نبودند بلکہ اندک منفصل بودند و ریش او نورانی بود و از [illegible] گفتن او باشنہ نداشت بعدہ از خواب بیدار شدم تحریر تاریخ ۱۹ ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ ہجری

الراقم عبد الغفور ابن فقیر محمود (عفا عنہما)

[illegible] بزرگ کی قسم کھاکر اظہار حق کی غرض [illegible] تصدیق کرتا ہوں کہ فقیر صاحب نے [illegible] حالات مندرجہ بالا میرے روبرو بیان کیے۔ اور ان کے صاحبزادہ فقیر عبد الغفور صاحب نے اپنے قلم سے قلم بند کیے کیونکہ فقیر صاحب موصوف لکھنے سے معذور ہیں۔ ۱۵ جولائی ۱۹۴۳ء

دستخط انگریزی قاضی نظیر حسین۔

بزم احمد

(علیہ الصلوۃ والسلام)

۲۱ جولائی ۱۹۴۳ء

استفسار اور اس کا جواب

ایک شخص نے سوال کیا کہ ریلی برادرس وغیرہ کارخانوں میں سرکاری سیر ۸۰ روپیہ کا رہتے ہیں اور لینے ۸۱ روپیہ کا ہیں کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا جن معاملات بیع و شراء میں مقدمات نہ ہوں فساد نہ ہو تراضی فریقین ہو اور سرکار نے بھی جرم نہ رکھا ہو عرف میں جائز ہو وہ جائز ہے۔

ہدایت کی آخری راہ

مامور جب دنیا میں اصلاح اور اشاعت ہدایت کے لیے آتے ہیں تو وہ ہر طرح سے سمجھاتے ہیں آخری علاج اور راہ سختی بھی ہے دنیا میں بھی یہی طریق جاری ہے کہ ابتداء اولاً نرمی کے ساتھ سمجھایا جاتا ہے پھر ان کو بہت سے فوائد کر کے شوق دلایا جاتا ہے آخر جب کسی طرح نہیں مانتے تو سختی ہوتی ہے جیسے ماں ایک وقت بچہ کو مارنے سے ڈراتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر طریق عقل تبلیغ اور ہدایت کی تجویز کر سکتی ہے اختیار کیے یعنی اول ہر قسم کی نرمی سے۔ رفق۔ صبر اور اخلاق سے عقلی دلائل اور معجزات سے کام لیا اور آخر کار جب ان لوگوں کی شرارتیں اور سختیاں حد سے گذر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے پھر اسی رنگ میں اتمام حجت پوری کی اور سختی سے کام لیا۔ یہی حال اب ہو رہا ہے خدا تعالیٰ نے دلائل سے سمجھایا نشانات دکھائے اور آخر اب طاعون کے ذریعہ متوجہ کر رہا ہے۔ اور ایک جماعت کو اس طرف لا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ کا مظہر کامل

فرمایا سورہ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ بیان ہوئی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں صفات کے مظہر کامل تھے۔ مثلاً پہلی صفت رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بھی مظہر ہوئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ جیسے رب العلمین عام ربوبیت کو چاہتا تھا اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کی ہدایت و تبلیغ کل دنیا اور کل عالموں کے لیے قرار پائی۔

پھر دوسری صفت رحمٰن کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس صفت کے بھی کامل مظہر ٹھیرے کیونکہ آپ کے فیوض و برکات کا کوئی بدل اور اجر نہیں مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ۔ پھر آپ رحیمیت کے مظہر ہیں آپ نے اور آپ کے صحابہ نے جو محنتیں اسلام کے لیے کیں اور ان خدمات میں جو تکالیف اُٹھائیں وہ ضائع نہیں ہوئیں بلکہ ان کا اجر دیا گیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف میں رحیم کا لفظ بولا ہی گیا ہے۔

پھر آپ مالکیت یوم الدین کے مظہر بھی ہیں اسکی کامل تجلی فتح مکہ کے دن ہوئی + ایسا کامل ظہور اللہ تعالیٰ کی ان صفات اربعہ کا جو ام الصفات ہیں اور کسی نبی میں نہیں ہوا۔

اس کے بعد ایک اخبار کا مضمون پڑھا گیا جس میں اعلیٰ حضرت کی تصویر دی گئی ہے اور اسطرح پر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق آپ کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچایا ہے ان اخبارات کے مضامین یکجائی طور پر الحکم میں انشاء اللہ تعالیٰ جلد تر شائع ہونے والے ہیں

۲۴ جولائے ۱۹۰۳ء

استفسار اور اُسکا جواب

ایک بھائی نے عرض کی کہ حضور بکرا وغیرہ جانور جو غیر اللہ کے تھانوں اور قبروں پر چڑھائے جاتے ہیں پھر وہ خرید ہوکر ذبح ہوتے ہیں کیا ان کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

فرمایا شریعت کی بنا نرمی پر ہے سختی پر نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے یہ مراد ہے کہ جو ان مندروں اور تھانوں پر ذبح کیا جاوے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جاوے اسکا کھانا تو جائز نہیں ہے لیکن جو جانور بیع و شرا میں آجاتے ہیں اسکی حلت ہی سمجھی جاتی ہے + زیادہ تفتیش کی کیا ضرورت ہوتی ہے دیکھو حلوائی وغیرہ بعض اوقات ایسی حرکات کرتے ہیں کہ ان کا ذکر بھی کراہت اور نفرت پیدا کرتا ہے لیکن انکی بنی ہوئی چیزیں آخر کھاتے ہی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ شیرینیاں طیار کرتے ہیں اور میلی کچیلی دھوتی میں بھی ہاتھ مارتے جاتے ہیں اور جب کھانڈ طیار کرتے ہیں تو اسکو پاؤں سے ملتے ہیں چوڑھے چمار گوڑ وغیرہ بناتے ہیں اور بعض اوقات جھوٹے رس وغیرہ ڈال دیتے ہیں اور خدا جانے کیا کیا کرتے ہیں ان سب کو استعمال کیا جاتا ہے اسطرح پر اگر تشدد ہو تو سب حرام ہو جاویں۔

اسلام نے مالا یطاق تکلیف نہیں رکھی ہے بلکہ شریعت کی بنا نرمی پر ہے +

اس کے بعد سائل مذکور نے پھر اسی سوال کی اور باریک جزئیات پر سوال شروع کیے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ کہہ کر بھی فرمایا ہے بہت کھودنا اچھا نہیں ہوتا۔

اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ متقی کو ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں کو اللہ تعالیٰ خود پاک چیزیں بہم پہونچاتا ہے اور خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لیے ہیں اگر انسان تقویٰ اختیار کرے اور باطنی طہارت اور پاکیزگی حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاکیزگی ہو تو وہ ایسے ابتلاؤں سے بچا لیا جاوے گا ایک بزرگ کی کسی بادشاہ نے دعوت کی اور بکری کا گوشت بھی پکایا اور خنزیر کا بھی اور جب کھانا رکھا گیا تو عمداً سور کا گوشت اس بزرگ کے سامنے رکھدیا اور بکری کا اپنے اور اپنے دوستوں کے آگے۔ جب کھانا رکھا گیا اور کہا کہ شروع کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ پر بذریعہ کشف اصل حال کھولدیا اُنھوں نے کہا ٹھہر و یہ تقسیم ٹھیک نہیں اور یہ کہکر اپنے آگے کی رکابیاں اُنکے آگے اور اُنکے آگے کی اپنے آگے رکھتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے کہ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ الآیۃ غرض جب انسان شرعی امور کو ادا کرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرتا ہے اور ہر ایک بدی اور مکروہ بات سے اسکو بچا لیتا ہے اَلْاِمَامُ دینے کے یہی معنی ہیں۔

۲۵ جولائی ۱۹۰۳ء

الہام

فرمایا کل مجھے الہام ہوا صَفَّا الْعُنَّة وَالصَّافَّاتِ ۔ فرمایا کہ یہ کیسی مصفا وحی ہے اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجایش نہیں ہوتی انسانی تصرف اور دخل سے بالکل پاک ہوتی ہے اور ایسی وحی تو بہت ہی کم ہوتی ہے جس میں کوئی نہ کوئی پیشگوئی نہ ہو۔

فرمایا ایمان کے ساتھ عمل کی ضرورت ہے ورنہ ایمان بدون عمل مردہ

ایمان بدون عمل مردہ ہے اور عملی قوت معرفت سے بڑھتی ہے اور جبتک عمل نہ ہو وہ ثمرات اور نتائج پیدا نہیں ہوتے جو اعمال کے ساتھ وابستہ ہیں مگر اعمال کی قوت اور توفیق معرفت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے جسقدر یہ قوت بڑھتی ہے اُسی قدر اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے اور وہ برکات حاصل ہوتی ہیں جن کو انسان آسمان کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اگر یہ نہ ہو تو یقین کے ثمرات پیدا نہیں ہوتے جس قدر انسان شک وشبہ میں اور غفلت میں ہے اسی قدر اُس کا ایمان کمزور ہے اور اس ایمان کے موافق اس کے اعمال کمزور ہیں جسقدر امراض عمل کی کمزوری اور تقویٰ کی کمزوری سے پیدا ہوتے ہیں انکی اصل جڑ معرفت کی کمی اور کمزوری ہے ورنہ معرفت تو ایک ایسی لذیذ شے ہے کہ یہ جسقدر بڑھتی ہے اسی قدر عمل کی طاقت ملتی ہے۔ ایک کیڑے کی معرفت بھی ہو تو انسان اس سے ڈرتا ہے اسے علم ہو کہ چیونٹی کے کاٹنے سے درد ہوتا ہے تو اس سے بھی ڈرتا ہے اور اسکے ضرر سے بچتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو تو کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس سے نہ ڈرے۔ اصل یہی معرفت ہے جس کے بغیر کوئی خوشی اور برکت حاصل نہیں ہو سکتی۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک کے اہتمام سے چھپا